امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 9 فروری 2021ء بمطابق جمادی الثانی 1442 ھـق شمارہ 12

امن معاہدہ اور منسوخ کروانے کی سازشیں

- کابل انتظامیہ، ذو معنی باتیں اور اقدامات
- سعودی عرب، قطر کا اچانک بائیکاٹ اور اب اچانک صلح، ایسا کیوں
- انتظامیہ میں نظم و ضبط: کچھ راہ نما باتیں
- افغانستان کے مدارس کے نصاب کے حوالے سے کچھ ضروری باتیں
- فکری جنگ! اور مغربی تہذیب کی اساس اور اصل الاصول

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ـ رضى الله عنه ـ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم " لاَ يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ، فَإِنْ كَانَ لاَ بُدَّ فَاعِلاً فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي ".

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی کسی مصیبت کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے پس اگر اس کو لا محالہ کرنی ہی ہے تو اسے چاہئے کہ یہ کہے: اے اللہ مجھے زندہ رکھ۔جب تک کہ زندہ رہنا میرے لئے بہتر ہو اور مجھے موت دے جب موت میرے لئے بہتر ہو۔" (صحیح بخاری:6351)

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 9 / فروری 2021ء / جمادی الثانی 1442ھ / شمارہ 12

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی "میڈیا و ثقافتی کمیشن" کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

- امن معاہدہ اور منسوخ کروانے کی سازشیں 2
- یونیسیف امارت اسلامیہ، سکولوں اور طبی مراکز کا معاہدہ ضرورت و اہمیت 3
- ذبیح اللہ مجاہد سے ماہنامہ شریعت کی گفتگو 6
- امارت اسلامیہ کے اعلی سطحی سیاسی وفود کا دورۂ ایران و روس 10
- کابل انتظامیہ کی لوٹ کھسوٹ اور امریکی ادارے سیگار کی رپورٹ 13
- دعوت و ارشاد (جلب و جذب) کمیشن کی مختصر سالانہ کارکردگی رپورٹ 14
- امارت اسلامیہ سیاسی دفتر (قطر)، ملاقاتیں اور سرگرمیاں 15
- کابل میں دہشت انگیزی کا ذمہ دار کون ہے؟ 17
- کابل انتظامیہ کی جانب سے عوامی مراکز صحت کا بطور مورچہ استعمال 18
- ایوانِ صدر کی جنگی دھمکیاں اور قومی دولت کی لوٹ کھسوٹ 20
- سعودی عرب، قطر کا اچانک بائیکاٹ اور اب اچانک صلح، ایسا کیوں؟ 22
- ملا جیلانی آخند شہید (معروف بہ حاجی ہیواد) کی حیات پر ایک نظر 26
- مذاکرات کی راہ میں رکاوٹیں: اسباب و عوامل اور ذمہ داریاں 31
- ایرانی سائنسدان کا قتل، اہداف اور متوقع خطرات 32
- کابل انتظامیہ، ذو معنی باتیں اور اقدامات 36
- ہفتہ وار پریس بریفنگ 37
- افغانستان دسمبر 2020 40
- جنگی جرائم جنوری 2021 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

اداریہ!

امن معاہدہ منسوخ کروانے کی سازشیں

محترم قارئین کے علم میں ہوگا کہ نئے امریکی صدر جو بائیڈن کی انتظامیہ نے افغان امن معاہدہ پر نظرثانی کا عندیہ دیا ہے اور ساتھ۔امریکی کانگرس کی جانب سے تشکیل شدہ چند ارکان پر مشتمل ٹیم نے بھی نئی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ افغانستان سے اپنی فوج کا انخلا موخر کیا جائے اس لئے کہ معاہدہ میں مذکور شقوں پر عمل درآمد میں طالبان ناکام رہے۔ادھر کابل کٹھ پتلی حکومت نے بھی افغان امن معاہدے پر اپنی تشویش سے نئی امریکی حکومت کو آگاہ کر کے معاہدہ کو منسوخ کروانے کے لئے سازشیں تیز کردی ہیں۔

20 برس قبل انسانی تاریخ کے سب سے بڑے جنگی اتحاد کی جانب سے افغانستان پر حملے سے لے کر آج تک ہمارا وطن میدان جنگ بنا ہوا ہے۔اس میں شک نہیں کہ جنگ کے زیادہ تر برے اثرات افغان مظلوم قوم پر ہی مرتب ہوئے۔ لیکن اس جنگ میں امریکہ اور اس کے اتحادی جس قدر جانی اور مالی نقصانات سے دوچار ہوئے اور خطے کے دیگر ممالک پر اس جنگ کے جو بد اثرات مرتب ہوئے وہ بھی کچھ کم نہیں۔یہی وجہ ہے کہ ایک سال قبل قطر میں امارت اسلامیہ اور امریکہ کے درمیان ہونے والے معاہدے پر افغان عوام سمیت امریکہ، اس کے اتحادی اور خطے کے دیگر ممالک بھی خوش تھے اور اقوام متحدہ سمیت پوری دنیا اس کو ایک اچھی پیش رفت اور مسئلہ افغانستان کے حل میں بڑی اہمیت کا حامل سمجھ کر اس کی تائید کر رہی تھی۔کابل حکومت؛اسلحہ کے امریکی بڑے تاجران اور چند مفاد پرست امریکی فوجی عناصر کے علاوہ پوری دنیا اسے جانبین کے لئے مفید قرار دے رہے ہیں۔

اس معاہدے کی ایک اہم شق امریکہ اور دیگر قابضین کی جانب سے بمباری اور گھروں پر چھاپوں اور عوام کے خلاف دیگر فوجی کارروائیوں کی بندش تھی، جس کے بدلے میں امارت اسلامیہ نے بھی بیرونی افواج کو امن وسلامتی کے ساتھ افغانستان سے چلے جانے کی یقین دہانی کرائی تھی۔ معاہدہ کے بعد چند مہینوں تک بمباری اور گھروں پر چھاپوں کی بندش پر عمل ہو رہا تھا جس کی بدولت افغان مظلوم عوام نے 19 سال بعد آرام کا سانس لیا۔

لیکن افسوس کہ گزشتہ چند مہینوں سے ملک کے مختلف اطراف وجوانب میں امریکی فوجیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کی جانب سے بمباریوں اور گھروں پر چھاپوں میں بہت شدت آگئی ہے۔

گویا کہ مقابل جانب قصداو عمدا اس معاہدہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔اگر واقعی امریکہ اپنے وعدوں پر قائم ہے تو پھر وہ اتنی بی دردی سے عام شہریوں کو کیوں مارتا ہے؟

امارت اسلامیہ نے اپنی طرف سے معاہدہ میں طے کئے گئے تمام شرائط پر کاربندرہ کر اپنی ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے اور گزشتہ 11 ماہ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جسے امارت اسلامیہ کی جانب سے مخالفت پر محمول کیا جائے۔ جس کا اعتراف امریکہ کے سابق وزیر خارجہ مائک پمپیو نے بھی کیا ہے۔

امارت اسلامیہ کے قائدین جانتے ہیں کہ آج کا امریکہ 2001 کا امریکہ نہیں رہا؛اس کا غرور خاک میں مل چکا؛مجاہدین کی مضبوط اور کمر توڑ ضربوں کے نتیجہ میں امریکہ اور اس کے خارجی وداخلی اتحادی بڑی ذلت ورسوائی سے دوچار ہیں۔

امریکی فوج کا حوصلہ اتنا گر چکا ہے کہ اب وہ مجاہدین کے مقابل مزید لڑنے کی سکت نہیں رکھتے،اسی طرح کابل ادارے کے اہلکار جوق درجوق طالبان کے سامنے سر تسلیم خم کر رہے ہیں۔افغان عوام کے ہاں کابل ادارہ مکمل طور پر ناقابل اعتبار اور طبعی موت مرنے کی جانب تیزی سے محوسفر ہے۔

دنیا بھر کی بڑی طاقتیں اب امارت اسلامیہ افغانستان ہی کو ایک طاقتور اور مشروع حاکمیت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اور سیاسی وعسکری میدان میں سپر پاور کو شکست دینے کی وجہ سے ان سے تعاون کے بھی طلب گار ہیں۔

کابل ادارے کے سربراہان، چند بڑے امریکی عسکری اہلکار اور اسلحہ کے سوداگروں کو اپنے مفادات جنگ کی دوام میں ہی دکھائی دیتے ہیں اس لئے وہ اس معاہدہ کو سبوتاژ کرنے کی مکمل کوششیں کر رہے ہیں اور یہاں جنگ کی دوام چاہتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ لوگ نئی امریکی حکومت کو بہلانے اور انہیں جنگ کو طول دینے پر امادہ کرنے کی کوشش کریں گے جو افغانستان اور امریکہ دونو کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ امارت اسلامیہ سیاسی اور عسکری طور پر پہلے سے زیادہ مضبوط ہے لیکن چونکہ امارت اسلامیہ کی قیادت شرعی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے دشمن کے ساتھ کئے گئے وعدوں اور معاہدوں کی پابندی اپنی دینی ذمہ داری سمجھتی ہے اور اس معاہدہ میں ملک وملت کی بھلائی وخیر خواہی کی امید رکھتی ہے اس لئے حتی الوسع اس کو ٹوٹنے نہیں دے گی۔

اگر دشمن معاہدہ ٹوٹنے اور جنگ کو طول دینے کو ضروری سمجھتا ہے تو اس کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ دشمن کے خلاف تو مقدس جہاد جاری ہے اور مجاہدین کے عزائم اسمان کی بلندیوں سے بھی بلند ہیں جو کہ امارت اسلامیہ کے لئے قابل صد اطمینان ومسرت ہے۔ لیکن امریکہ کی نئی سیاسی قیادت کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ جنگ کو طول دینا انکو اپنی فوج اور مال کو ضائع کرنے۔ناکامی، ذلت اور شکست کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔

یونیسیف ، امارت اسلامیہ ، سکولوں اور طبی مراکز کا معاہدہ

ضرورت واہمیت

تحریر: موسیٰ فرہاد

بچوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی بین الاقوامی تنظیم یونیسیف نے کہا ہے کہ انہوں نے امارت اسلامیہ کے ساتھ ایک ایسے بے مثال معاہدے پر دستخط کیے ہیں جس کے مطابق یونیسف طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں 4000 سکولز تعمیر کرے گا۔ اسی طرح اس معاہدے کی رو سے یونیسیف ان علاقوں میں 200 سے زیادہ طبی مراکز کی تعمیر میں مالی امداد بھی فراہم کرے گا۔ دونوں معاہدوں کی تائید طالبان اور اقوام متحدہ کی جانب سے رسمی طور پر بھی ہوچکی ہے۔

ان معاہدوں پر پیش رفت کے لیے یونیسیف اور طالبان کے درمیان پہلے کئی اجلاس قطر کے دارالحکومت دوحہ میں ہوئے، اس کے بعد افغانستان میں بھی مسلسل طور پر کچھ نشستیں ہوئیں۔ 5 ماہ قبل دونوں فریقوں کے درمیان معاہدے کے اصولوں پر اتفاق رائے ہوگیا تھا اور بالآخر 26 نومبر کو ہلمند کے ضلع سنگین میں " دورافتادہ علاقوں میں کام کرنے کے منصوبے " کے عنوان کے تحت معاہدے پر دستخط ہوئے۔

یونیسیف کے تعلقات عامہ کی ڈائریکٹر سامنتا مورت کہتی ہیں کہ "فروری 2020 سے طالبان سے اس موضوع پر بات چیت کا سلسلہ جاری رہا جو بالآخر ایک اچھے معاہدے کی شکل میں اختتام کو پہنچا۔ یونیسیف نے کہا ہے کہ : اس معاہدے کے تحت طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں 4000 تک ابتدائی تعلیمی ادارے تعمیر کرنے کا ہدف ہے۔ جن میں 1 لاکھ 50 ہزار طلباء وطالبات تعلیم حاصل کرسکیں گے۔

معاہدے کی تفصیلات:

امارت اسلامیہ کے ایجوکیشن کمیشن کے مسئول مولوی عبدالحکیم نے اگرچہ ہمارے ساتھ معاہدے کی تمام تفصیلات شئیر نہیں کی ہیں لیکن کچھ اہم نکات جو ہمیں بتائے وہ درج ذیل ہیں:

1: معاہدے میں یونیسیف نے ہمیں یہ یقین دہانی کروائی ہے کہ 4 ہزار سکولوں کے بجٹ، نصاب، انتظام اور متعلقہ امور میں کابل انتظامیہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہوگا۔

2: اساتذہ کی تنخواہوں کی ادائیگی کا طریقہ کار ایسا نہیں ہوگا جس میں کابل انتظامیہ کے افراد کو کرپشن کا موقع ملے بلکہ یونیسیف امارت اسلامیہ کے ایجوکیشن کمیشن کے ارکان کے تعاون سے اپنے خاص کارکنوں کے ذریعے تنخواہیں اساتذہ اور سکولوں تک پہنچائے گا۔

3: ان سکولوں کے نیٹ ورک کا آغاز سب سے پہلے 13 صوبوں میں کیا جائے گا۔ جس کے بعد اس کا دائرہ کار دوسرے صوبوں تک بھی پھیلا جائے گا۔ جس میں صوبوں کا انتخاب یونیسف جبکہ اضلاع اور دیہات کا انتخاب امارت اسلامیہ کی جانب سے کیا جائے گا۔

4: 22 نکات پر مشتمل یہ معاہدہ یونیسف کے ساتھ پانچ ماہ قبل طے پاگیا تھا، لیکن اس پر دستخط 26 نومبر کو ہلمند کے ضلع سنگین میں ہوئے۔

5: اگرچہ ان سکولوں میں سب سے پہلے صرف ابتدائی جماعتوں کے لیے کلاس رومز بنائے جائیں گے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس میں چھٹی جماعت تک کے طالبعلم تعلیم حاصل کرسکیں گے۔ آغاز میں صرف ابتدائی جماعت کے بچوں کا داخلہ ہوگا اور دوسرے تیسرے سال مزید ایک ایک کلاس کا اضافہ ہوگا۔

6: جن سکولوں کے لیے پہلے سے جگہ مختص ہے اور تعمیر کا آغاز ابھی تک نہیں ہوا ان سکولوں کی ابتدائی کلاسز مساجد، گھروں یا کسی مناسب جگہ پر لی جائیں گی، یونیسف امارت اسلامیہ کے تعاون سے بہت جلد اس کی تعمیر پر کام شروع کرے گا۔

7: تعلیم کے شعبے میں مزید ترقی کے لیے امارت اسلامیہ کے رہنما کئی دوسرے ممالک کے ساتھ بھی رابطے میں ہیں۔ بہت جلد دوسرے ممالک اور تنظیموں سے بھی اس قسم کے معاہدوں کا امکان ہے جس میں ملک کے لیے تعلیم اور صحت کے بارے میں ضروری خدمات عوام کو ان کی دہلیز پر میسر آئیں گی۔

طبّی مراکز:

طالبان نے یونیسف کے تعلیمی شعبے میں تعاون کے ساتھ صحت کے شعبے میں بھی ایک معاہدے پر دستخط کیے ہیں، جس کے مطابق طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں خاص طور پر ملک کے جنوب مغربی علاقوں میں اقوام متحدہ کی اس تنظیم نے 2 سو سے زیادہ طبّی مراکز، ڈاکٹروں کی تنخواہیں، دوائیاں اور ضرورت کی دوسری اشیاء فراہم کرنے کا معاہدہ کیا ہے۔

امارت اسلامیہ کے شعبہ صحت کے سربراہ حاجی عبداللہ خان صاحب کہتے ہیں "یونیسیف نے ہم سے ایک اہم معاہدہ کیا ہے جسے افغانستان کے جنگ زدہ اور غریب عوام کے لیے ایک بڑی خدمت کہا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ: ہم نے یونیسف کو یقین دہانی کرائی ہے کہ امارت اسلامیہ اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں یونیسف کے ارکان کو کام کرنے کے دوران سیکورٹی کی فراہمی یقینی بنائے گی تاکہ یونیسف سب سے پہلے 5 صوبوں ہلمند، قندہار، اروزگان، زابل اور دایکنڈی میں 200 طبّی مراکز پر کام کا آغاز کرے تاکہ اس سے عام لوگ جلد از جلد مستفید ہو سکیں۔ ان طبّی مراکز میں مرد ڈاکٹروں کے ساتھ خواتین ڈاکٹرز اور عملہ بھی تعینات کیا جائے گا، ہر طبّی مرکز میں عملے کی تعداد دس ہوگی اور ان کی تنخواہیں یونیسف فراہم کرے گا۔ طبّی مراکز کا کام اروزگان سے شروع ہو چکا ہے اور بہت جلد دوسرے صوبوں تک پھیل جائے گا۔

معاہدے کی سیاسی اہمیت:

اس معاہدے کو افغانستان جیسے جنگ زدہ ملک کے لیے ایک اہم پیشرفت کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ کیوں کہ افغانستان میں مسلسل جنگی حالت کے ساتھ ساتھ ایک عوام دوست حکومت کے نہ ہونے سے لاکھوں بچے نہ صرف یہ کہ زیور تعلیم سے محروم ہوئے بلکہ ان کی زندگیوں کو بھی شدید خطرات لاحق ہیں۔ اب اقوام متحدہ جیسے بین الاقوامی ادارے کا اعتماد حاصل کر کے تعلیم اور صحت کے شعبے میں بچوں کے لیے راہ ہموار کرنا یقیناً ایک اہم منصوبہ ہے۔

کابل انتظامیہ کے خدشات:

بی بی سی نے کابل انتظامیہ کے وزارت تعلیم کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہیں طالبان اور یونیسیف معاہدے کا علم نہیں اور اس بارے میں انہیں تشویش ہے۔ بی بی سی کے مطابق کابل انتظامیہ کے عہدیداروں نے یونیسیف سے مطالبہ کیا ہے کہ اس معاہدے کی تفصیلات ان کے ساتھ شئیر کی جائیں۔ کابل انتظامیہ کی بجائے طالبان کے ساتھ براہِ راست اس بڑے معاہدے سے ثابت ہوتا ہے کہ:

۱۔ کابل انتظامیہ بین الاقوامی امداد حاصل کرنے اور اس کو صحیح طور پر مستحق عوام تک پہنچانے میں مکمل طور پر اپنا اعتماد کھو چکا ہے۔ اقوام متحدہ اور اس سے ملحقہ امدادی تنظیموں پر یہ بات آشکار ہوئی ہے کہ گزشتہ بیس سالوں سے انہیں ملنے والی امداد کرپشن کی نذر ہو چکی ہے۔

۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ طالبان نے اب دنیا کو یہ باور کرا لیا ہے کہ وہ افغانستان کے اصل حاکم ہیں اور اس معاہدے سے بین الاقوامی اداروں کا اعتماد اس بات کا بین ثبوت ہے۔

مبصرین کے مطابق اس اقدام سے کابل انتظامیہ نے طالبان اور یونیسیف کے درمیان ہونے والے معاہدے کو منسوخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ یونیسیف کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ سکولوں کی تعمیر کا معاہدہ طالبان کے ساتھ نہ کریں بلکہ یہ بجٹ براہِ راست ان کی وزارت کے حوالے کیا جائے۔ تاکہ وہ اسے اپنے طور پر مساجد میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں پر خرچ کریں، حالانکہ مساجد میں بچوں کی تعلیم ویسے بھی حکومت کے بس کی بات نہیں اور نہ وہ طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں اس کی قوت رکھتے ہیں

ایک اور اعلان کابل کی وزارت تعلیم نے اسلامیات کے مضمون کو ختم کرنے کا کیا اور کہا کہ ایک بورڈ قائم کیا جائے گا جو مختلف اقوام اور مسالک کے افراد پر مشتمل ہوگا اور وہ ہی اسلامیات کا نصاب ترتیب دیں گے۔

۳: چارہزار عصری تعلیمی اداروں کے ساتھ یونیسیف نے دینی مدارس کے شعبے میں بھی طالبان کے ساتھ تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طالبان نے دنیا کو یہ بات ماننے پر مجبور کردیا ہے کہ افغان ایک مسلمان اور دین سے محبت رکھنی والی قوم ہے جو عصری علوم کے ساتھ دینی علوم حاصل کرنے کو بھی اتنی ہی ترجیح دیتی ہے اور امارت اسلامیہ ان دونوں شعبوں میں یکساں جدوجہد کی قائل ہے۔

۴: طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں کابل انتظامیہ ہمیشہ جان بوجھ کر تعلیم اور صحت کے شعبوں میں پیشرفت کے لیے کیے جانے والے منصوبوں کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنااپنافرض منصبی سمجھتا تھا، تاکہ الزام طالبان پر عائد کیا جاسکے اور دوسری جانب کام صرف ان کی انتظامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں ہو، تاکہ ایک طرف عوام میں مقبولیت حاصل کریں اور دوسری جانب باہر سے ملنے والی رقم غبن کے ذریعے ان کے اکاونٹس میں منتقل ہوتی رہے۔

یونیسیف کے ساتھ اس معاہدے نے کابل انتظامیہ کی اس سازش کو بھی ناکام بنایا۔اب تعلیم اور صحت کے شعبے میں بین الاقوامی امداد کابل انتظامیہ کے ہاتھ نہیں لگے گی بلکہ یونیسیف خود طالبان کے تعاون سے ایک خاص پروسیجر کے ذریعے سکولوں اور طبی مراکز کو پہنچائے گا۔

۵: اس سے قبل بھی تقریباً گزشتہ دو عشروں سے امارت اسلامیہ کا اقوام متحدہ کی تنظیم (ICRC) سمیت کئی دوسرے این جی اوز کے ساتھ رابطہ اور تعاون موجود تھا۔چونکہ ان تنظیموں کے ساتھ طالبان کے تعلقات خوشگوار تھے جبکہ طالبان نے بھی کرپشن فری فریق کی حیثیت سے اپنی ساکھ منوائی تھی اسی وجہ سے یونیسیف نے کابل انتظامیہ کو بائی پاس کرتے ہوئے طالبان کے ساتھ 4 ہزار سکولوں اور 2 سو طبی مراکز بنانے کے معاہدوں پر دستخط کیے۔

۶: کابل انتظامیہ کی وزارت تعلیم نے حال ہی میں اعلان کیا کہ دور دراز علاقوں میں تیسری جماعت تک تعلیم دینے والے سکول بند کردیے جائیں، ان بچوں کو مساجد میں تعلیم دی جائے۔

مبصرین کے مطابق اس اقدام سے کابل انتظامیہ نے طالبان اور یونیسیف کے درمیان ہونے والے معاہدے کو منسوخ کرنے کی کوشش کی ہے۔وہ یونیسیف کو بتاناچاہتے ہیں کہ آپ سکولوں کی تعمیر کا معاہدہ طالبان کے ساتھ نہ کریں بلکہ یہ بجٹ براہِ راست ان کی وزارت کے حوالے کیاجائے۔تاکہ وہ اسے اپنے طور پر مساجد میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں پر خرچ کریں، حالانکہ مساجد میں بچوں کی تعلیم ویسے بھی حکومت کے بس کی بات نہیں اور نہ وہ طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں اس کی قوت رکھتے ہیں

ایک اور اعلان کابل کی وزارت تعلیم نے اسلامیات کے مضمون کو ختم کرنے کا کیا اور کہا کہ ایک بورڈ قائم کیا جائے گا جو مختلف اقوام اور مسالک کے افراد پر مشتمل ہوگا اور وہ ہی اسلامیات کا نصاب ترتیب دیں گے۔

اس سے بھی کابل انتظامیہ کا مقصد یہ تھا کہ اقوام متحدہ کی توجہ اس جانب مبذول کرائے کیوں کہ طالبان کے ساتھ معاہدے میں یہ بھی شامل ہے کہ 4 ہزار سکولوں سمیت دینی مدارس کو بھی ضرورت کے مطابق امداد فراہم کی جائے گی۔اس سے وہ یہ امداد اپنی حکومت کے پلڑے میں ڈالناچاہتے ہیں۔

بہر حال اقوام متحدہ کی تنظیم یونیسیف کے ساتھ طالبان کے موجودہ معاہدات اگر ایک جانب سیاسی لحاظ سے طالبان کے لیے اہمیت کے حامل ہیں تو دوسری جانب کئی عشروں تک جنگ کی وجہ سے بنیادی ضرورتوں سے محروم عوام کے لیے نعمت عظمیٰ سے کم نہیں۔ لاکھوں بچوں کو تعلیم اور صحت کی سہولیات ملنے کے ساتھ ہزاروں افراد کو اس پروجیکٹ سے روزگار بھی ملے گا۔امید ہے کہ دونوں فریق اس منصوبے کی کامیاب مینجمنٹ پر بھرپور توجہ دیں گے تاکہ مستقبل میں اس قسم کے مزید معاہدات کے لیے راہ ہموار ہو۔

■■■

ہمیں اپنے ملک کی آزادی عزیز ہے چاہے اس کے لیے مزید جنگ لڑنی پڑے

- ❖ دوحہ معاہدہ امریکی ریاست کے ساتھ ہوا ہے کسی جماعت کے ساتھ نہیں۔
- ❖ نظر ثانی کا مطلب اگر معاہدے کو توڑ کر دوبارہ مذاکرات کرنا ہے تو یہ ہمیں منظور نہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کے ترجمان جناب ذبیح اللہ مجاہد سے ماہنامہ شریعت کی گفتگو

گفتگو: اکرم تاشفین، سید عبدالرزاق

شریعت: امریکا میں انتظامیہ کی تبدیلی اور نئے صدر کی آمد سے امریکا کی پالیسیوں میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ ان تبدیلیوں اور تغیرات کو آپ کیسے دیکھتے ہیں؟ اس سے امریکا اور امارت اسلامیہ کے تعلقات اور افغانستان کے حالات پر کتنے اثرات پڑیں گے؟

ذبیح اللہ مجاہد: حامدو مصلیا اما بعد! جی بالکل امریکا میں انتظامیہ کی تبدیلی سے داخلی طور پر تو یہ تصور ہے کہ تبدیلیاں ہوں گی مگر امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان معاہدہ ایک استثنائی معاملہ ہے۔ کیوں کہ دوحہ معاہدے میں صرف ایک جماعتی ٹیم شریک نہیں تھی۔ بلکہ اس میں امریکا کے تمام بااختیار اور پالیسی ساز اداروں کے نمائندے اور لوگ شریک تھے جو امریکا کے قومی مفاد کا تعین دیکھتے اور پالیسیاں تشکیل دیتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں ہر ملک میں ایک سیاسی انتظامیہ ہوتی ہے جو قوانین کی تنفیذ کرتی ہے۔ جبکہ کچھ ادارے وہ ہوتے ہیں جو ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور ملکی پالیسیوں کا تعین کرتے ہیں۔ امریکا سے جب ہمارے مذاکرات ہو رہے تھے ان مذاکرات میں امریکا کے انہیں اداروں کے نمائندے شریک رہے جو امریکی اسٹریٹیجی کی بنیاد ہیں۔ دوحہ معاہدہ بھی امریکا کا سٹریٹیجک فیصلہ تھا۔ امریکی تاریخ کی سب سے طویل جنگ اختتام کو پہنچ رہی تھی۔ اس سے امریکا کا قومی مفاد وابستہ تھا کہ یہ جنگ ختم ہو۔ امریکا کے نقصانات کم ہو جائیں۔ اس کی عالمی ساکھ گرنے سے بچ جائے۔ امریکی معیشت کی تباہی یا اس کو پہنچنے والے شدید نقصان کا راستہ روکا جائے۔ یہ سب قومی مفاد اور اسٹریٹیجک مسائل ہیں۔ دوحہ معاہدہ انہیں کی بنیاد پر ہوا ہے۔

دوسری طرف ہماری کوشش یہ تھی کہ افغانستان پر دو عشروں سے قائم بیرونی جارحیت کا خاتمہ ہو جائے۔ افغانستان پر امن ہو۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر امریکا میں نئی انتظامیہ آئی ہے یا حکومت بدل گئی ہے تو نئی حکومت بھی اسی راہ پر چلے گی کیوں کہ اسی میں امریکا کا قومی مفاد ہے۔ یہی امریکا کی اسٹریٹیجی ہے۔ اس معاہدے میں وہ سب لوگ شریک تھے جو امریکی پالیسیاں تشکیل دیتے ہیں۔

اگر پھر بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ لوگ غلط فیصلہ کرتے ہیں۔ معاہدہ توڑ دیتے ہیں۔ یا معاہدے میں تعطل ڈال دیتے ہیں تو اس کا فوری نقصان بھی امریکا کو ہوگا۔ یہ جنگ اب بھی امریکا کے بس سے باہر ہو چکی ہے۔ جنگ کی طوالت سے امریکی معیشت بھی مصروف ہوگی۔ اس کی ساکھ متاثر ہوگی اور اس کے نقصانات میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور یہ فطری امر ہے کہ افغان عوام اپنے ملک کو آزاد کر کے ہی چھوڑیں گے۔ معاہدے کے ذریعے نہ ہو تو بھی اپنے ملک کی آزادی ان کی آخری آرزو ہے۔ اگر کوئی

معاہدہ توڑتا ہے تو ہم بھی مجبور ہیں، ہمیں اپنے ملک کو آزاد کرنا ہے۔ ہم جنگ کے ذریعے بھی اپنے ملک کو آزاد کرائیں گے۔ یہ امریکا کے لیے بھی نقصان دہ ہوگا۔ ہمارا نہیں خیال کہ امریکا یہ معاہدہ توڑے گا کیوں کہ اسے اب اتنا تجربہ ہوچکا ہوگا۔ گزشتہ بیس سال کا عرصہ امریکا کے لیے سبق کا بہترین ذریعہ تھا۔

شریعت: میڈیا پر کچھ ایسی خبریں گردش کررہی ہیں کہ امریکا کی نئی انتظامیہ دوحہ معاہدے پر نظرثانی کرنا چاہتی ہے۔ اس حوالے سے آپ کا موقف کیا ہے؟

ذبیح اللہ مجاہد: جی ہاں ایسی خبریں سننے میں آرہی ہیں۔ مگر اس کی وضاحت نئے امریکی وزیر خارجہ نے ایک پریس کانفرنس میں کی کہ ہماری حکومت نئی ہے اس لیے ہم سمجھنا چاہتے ہیں کہ دوحہ معاہدے کی رو سے امریکا پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور طالبان کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ معاہدے کو سمجھنا ہر شخص کا حق ہے۔ نئی امریکی انتظامیہ کو بھی معاہدے کی شرائط اور مشتملات کو سمجھنا اور اس سے آگاہ ہوجانا چاہیے۔ معاہدے پر نظرثانی کا مطلب یہ نہیں کہ معاہدے کو توڑ کر پھر سے اس پر غور کیا جائے اور نئے مذاکرات ہوں گے۔ اس کے لیے ہم بالکل تیار نہیں ہیں۔ نہ ایسا ہونا ہمارے لیے قابل قبول ہوگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ معاہدے پر عمل درآمد ہو۔ اگر کوئی اس پر عمل درآمد نہیں کرتا تو اس کا نقصان بھی انہیں کو ہوگا۔ کیوں کہ اس معاہدے پر اٹھارہ ماہ کا عرصہ لگا ہے۔ یہ تکمیل شدہ حتمی معاہدہ ہے۔ اس میں مزید کسی تبدیلی یا دست اندازی کی گنجائش نہیں ہے۔ امریکا کی نئی انتظامیہ کا مقصد اگر نظرثانی سے اس کو سمجھنا، اس کا مطالعہ کرنا اور اپنی اور ہماری شرائط کو پڑھنا اور سمجھنا ہے تو یہ درست بات ہے، اگر اس کو توڑنا اور دوبارہ طے کرنا ہے تو اس سے بات پھر جنگ تک پہنچ جائے گی۔

شریعت: امریکا اور مقابل افغان فریق کا کہنا ہے کہ طالبان نے دوحہ معاہدے کی شرائط پر عمل نہیں کیا ہے۔ یہ کون سی شرائط ہیں اور آپ نے کتنا اس پر عمل درآمد کیا ہے؟

ذبیح اللہ مجاہد: یہ بات درست نہیں کہ ہم نے معاہدے کی شرائط پر عمل درآمد نہیں کیا۔ دوحہ معاہدے کی پہلی شرط یہ تھی کہ افغان سرزمین سے امریکا اور اس کے اتحادیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کے لیے ہم تیار ہیں۔ جتنا علاقہ ہمارے زیر کنٹرول ہے اس میں ہم کسی کو یہ اجازت نہیں دیں گے کہ کوئی افغانستان کی سرزمین سے امریکا اور اس کے اتحادیوں کو کوئی نقصان پہنچائے۔ اس کی ہم روک تھام کریں گے، ہم نے معاہدے میں یہ وعدہ کیا ہے۔ اسی طرح اگر ہم پورے افغانستان کی تسخیر کرلیں اور ایک واحد نظام قائم ہو تو وہ بھی اس شرط پر عمل کرے گا کہ افغانستان کی سرزمین امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف استعمال نہیں کی جائے گی۔ دوسری شرط یہ تھی کہ امریکی فورسز چودہ مہینوں میں مکمل انخلا کریں گی۔ اس کے ہم منتظر ہیں۔ امریکا کی ذمہ داری ہے کہ اس پر عمل کرے۔ تیسری شق یہ ہے کہ بین الافغان مذاکرات کا آغاز ہوگا۔ اس کا آغاز ہوچکا ہے یہ معاہدے کی اہم شقوں میں سے ایک شق ہے۔ چوتھی شق یہ تھی کہ ان بین الافغان مذاکرات میں جنگ بندی بھی ایک قابل بحث موضوع ہوگی۔ ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔ جو ایجنڈا ہم نے مرتب کیا ہے بین الافغان مذاکرات کے لیے، اس میں جنگ بندی کا موضوع شامل ہے۔ یہ موضوع مذاکرات کے آخر میں بحث کے لیے رکھا ہے تاکہ اس سے قبل ہم ایک نتیجہ پر پہنچ سکیں۔

یہ چار بڑی شقیں ہیں، ہم ان سب پر عمل درآمد کے لیے تیار ہیں۔ ذیلی طور پر کچھ خلاف ورزیاں امریکا نے کی ہیں۔ مثلاً قیدیوں کی پندرہ دن کے اندر اندر رہائی، آپ نے دیکھا کہ یہ سلسلہ چھ مہینے تک پہنچ گیا۔ مذاکرات کا جلد آغاز ہونا چاہیے تھا۔ اس میں تاخیر کی گئی۔ اسی طرح کچھ علاقوں میں امریکی فورسز نے بمباریاں کی ہیں۔ یہ بمباریاں نہیں ہونی چاہییں، جس طرح ہماری طرف سے معاہدے کے بعد کسی امریکی اڈے یا چھاؤنی پر حملہ نہیں ہوا۔ اس کا اعتراف بھی انہوں نے بار بار کیا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ ہم اپنے کیے ہوئے تمام وعدوں پر عمل درآمد کے لیے تیار ہیں۔ داخلی فورسز پر اگر ہم نے حملے کیے ہیں تو ان سے ہمارا کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ اس میں بھی اکثر ایسا ہوا ہے کہ جنگ انہوں نے خود شروع کی ہے۔ کارروائی انہوں نے خود شروع کی، ہم نے اس کا جواب دیا ہے۔ رواں سال ہم نے کوئی بڑی کارروائی نہیں کی، تاکہ جنگ کی سطح نیچے رہے۔ جب داخلی فورسز ہمارے علاقوں میں آئیں گی اور چیک پوسٹس قائم کریں گے، اپنے مراکز بنائیں گے یا ہمارے علاقے اپنے کنٹرول میں لینے کی کوشش کریں گے تو ہم مجبوراً اپنا دفاع کریں گے۔ اس سے جنگ تو ہوگی جس کے ذمہ دار بھی یہ خود ہوں گے۔

شریعت: وہ کون سی شرائط ہیں جن پر عمل درآمد امریکا کے لیے لازم تھا۔ اس پر کتنا عمل درآمد کیا گیا ہے؟

ذبیح اللہ مجاہد: میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ دوحہ معاہدے میں امریکا پر لازم تھا کہ چودہ ماہ میں تمام افواج کا انخلا کرے گا۔ پانچ ہزار قیدی پندرہ دن میں رہا کیے جاتے، جس میں مختلف مشکلات ڈالی گئیں۔ بین الافغانی مذاکرات کے آغاز کے بعد تین ماہ کے اندر بقیہ تمام قیدیوں کی رہائی ہونی تھی جو اب تک نہیں ہوئی۔ امریکا نے یہ وعدہ پورا نہیں کیا۔ بین الافغانی مذاکرات کے آغاز کے بعد تین ماہ کے اندر ہمارے تمام رہنماؤں کے ناموں کا بلیک لسٹ سے اخراج ہونا تھا۔ اور جو پابندیاں ان پر عائد ہیں ان کا خاتمہ ہونا تھا۔ جس پر اب تک عمل نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ امریکا کو جنگ کے علاوہ کسی بھی علاقے میں بمباری کی اجازت نہیں کہ وہ بمباری کریں، عوام کو نشانہ بنائیں یا چھاپے ماریں۔ کابل انتظامیہ کو بھی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ بمباری کریں

ایران اور ماسکو کا دورہ امارت اسلامیہ کے ان دوروں کا تسلسل ہے جو ہم خطے اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات اور مسائل کے پرامن حل کے لیے کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تاکہ دو طرفہ اعتماد قائم ہو۔ بعض مسائل پر وضاحتیں سامنے آئیں اور کسی کو تشویش نہ رہے۔ امریکا کے ساتھ ہمارے مذاکرات چل رہے ہیں۔ یہاں طویل جارحیت کا خاتمہ ہونے والا ہے، اس لیے کسی کو افغان سرزمین کے حوالے سے فطری طور پر کسی کو کوئی خدشہ نہ رہے۔ ہمارے پڑوسی ممالک میں کوئی غلط فہمی نہ رہے اور افغانستان کے مسئلہ میں جتنا تعاون یہ لوگ کر سکتے ہیں، سیکیورٹی اور معیشت کے معاملات میں تعاون کریں۔ اسی طرح ایران میں ہمارے لاکھوں افغان بھائی مہاجر ہیں۔ ایران کے ساتھ ہماری سرحد ہے، سرحدی مسائل اٹھتے ہیں۔ کبھی کبھی وہاں فائرنگ بھی ہو جاتی ہے لوگ شہید بھی ہو جاتے ہیں۔ اس سرحد پر ہمارے بہت سے افغان بھائیوں کو اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایران میں ہمارے افغان مہاجرین بھائیوں کو بہت سی تکالیف اٹھانی پڑ جاتی ہیں۔ یہ سارے مسائل خدشات کی صورت میں ہمارے سامنے تھے۔ ایران کے دورے کا مقصد ہمارا یہی تھا کہ مہاجرین کے مسائل پر بحث کی جائے۔ ایران سے روزمرہ تعلقات، سرحد کے مسائل اور تجارتی و اقتصادی معاملات زیر بحث لائے جائیں۔ افغانستان اور خطے کے امن کے حوالے سے بھی بات چیت ہو سکے۔

یا چھاپے ماریں۔ حالانکہ اس شرط کی بھی خلاف ورزی کر چکے ہیں۔ اب بھی یہ لوگ کئی علاقوں میں بمباریاں کر چکے ہیں اور عوام کو نشانہ بنا چکے ہیں۔

شریعت: امریکا اپنی فوج کے انخلا کی مدت میں مزید توسیع چاہتا ہے۔ تاکہ اس دوران بین الافغانی مذاکرات کسی نتیجے تک پہنچ جائیں اور امریکا ذمہ دارانہ انداز میں انخلا کر سکے۔

ذبیح اللہ مجاہد: امارت اسلامیہ اس بات کی اجازت بالکل نہیں دے گی کہ اس میں توسیع کی جائے۔ ہم نے چودہ ماہ کے عرصے پر بہت مشکل سے آمادگی ظاہر کی تھی۔ اٹھارہ ماہ تک مذاکرات اسی نکتے پر اٹکے رہے کہ ہم جلد از جلد بیرونی قوتوں کا انخلا چاہتے تھے، مقررہ مدت کے خاتمے کے بعد ایک دن کی انہیں اجازت نہیں دی جائے گی اور اس کا انہیں کوئی حق بھی حاصل نہیں۔ دوسری بات یہ کہ بین الافغانی مذاکرات افغانوں کا داخلی مسئلہ ہے۔ امریکی فریق کے ساتھ معاملات اب اختتام کو پہنچ چکے ہیں۔ اس لیے انہیں چاہیے کہ اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے افغانستان سے نکل جائیں اور جارحیت کا خاتمہ کر دیں۔ جارحیت کے خاتمہ کے بعد افغان عوام کو خود فرصت میسر آجائے گی کہ وہ مل بیٹھ کر مسئلے کا حل نکالیں۔ اگر امریکی فورسز یہاں رہیں گی تو اس سے کابل انتظامیہ کو اور بھی اپنے ناجائز مطالبات افغان عوام سے منوانے کا موقع ملتا رہے گا۔ جو جنگ میں طول کا باعث ہوگا۔ اس لیے معاہدے پر صحیح عمل درآمد اور جنگ کے خاتمے کے لیے امریکا کو اپنے وعدے پر عمل درآمد کرتے ہوئے معاہدے کے چودہ ماہ پورے ہونے پر اپنی تمام افواج افغانستان سے نکال لینی چاہئیں۔ جارحیت ختم کر کے اس کے خاتمے کا اعلان کرے۔ امارت اسلامیہ اس بات کی ضمانت دیتی ہے کہ ان کی سرزمین امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف استعمال نہیں کی جائے گی۔ داخلی طور پر افغان عوام بین الافغان مذاکرات آگے بڑھائیں گے جس کے نتیجے میں ایک وسیع تر نظام قائم ہوگا جس میں تمام افغانوں کو نمائندگی دی جائے گی۔ جس سے امن اور استحکام آئے گا۔

شریعت: امن پروسس میں کابل انتظامیہ کا کردار کیسا رہا؟

ذبیح اللہ مجاہد: امن پروسس میں کابل انتظامیہ کا کردار افسوسناک رہا۔ ان کی کوشش تھی کہ دوحہ معاہدہ سرے ناکام ہو۔ یہ معاہدہ طے ہی نہ ہونے پائے۔ مگر ان کا زور نہیں چل رہا تھا۔ کیوں کہ وہاں امریکا براہ راست ہمارے سامنے تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ معاہدہ طے پائے۔ اور وہ ہو گیا۔ اس کے بعد اس معاہدے پر عمل درآمد میں کابل انتظامیہ جتنی رکاوٹیں ڈال سکتی ہے ڈال رہی ہے۔ پانچ ہزار قیدیوں کی رہائی میں تاخیر، حالیہ بقیہ قیدیوں کی رہائی میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوششیں، ایجنڈا پر بے مقصد طویل بحثیں، وقت کا ضیاع۔

اب بھی کابل انتظامیہ کے سربراہ ہوں یا نائب، جب بھی بات کرتے ہیں جنگ اور طاقت کی بات کرتے ہیں۔ دباو اور عسکری کارروائیوں کی بات کرتے ہیں۔ ان سب کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ خود نہیں چاہتے کہ مذاکرات کامیاب ہوں، ہم کسی نتیجے پر پہنچ جائیں اور امن قائم ہو جائے۔ یہ لوگ اپنے اقتدار کا دوام چاہتے ہیں۔ یہ

چاہتے ہیں امریکی فورسز ان کی حمایت کے لیے اب بھی یہاں رہیں۔ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ افغانوں نے پکا عزم کر لیا ہے۔ جیسے جیسے امریکا کے ساتھ ہمارے مسائل ہوں گے اور یکسوئی ملے گی داخلی مسائل افغان عوام خود حل کریں گے۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے یہاں امن اور استحکام آئے گا۔ یہ افغان عوام کا فیصلہ ہے۔ اس سے کابل انتظامیہ تنہا ہو جائے گی۔ اب بھی تمام سیاسی سٹیک ہولڈرز اس کے خلاف کھڑے ہیں۔

شریعت: بین الافغان مذاکرات کس مرحلے میں ہیں؟ کیسے چل رہے ہیں؟

ذبیح اللہ مجاہد: جی بالکل مذاکرات ایک سلسلہ ہے۔ مذاکرات شروع ہیں۔ مختلف مراحل طے پا چکے ہیں۔ البتہ اونچ نیچ مذاکرات میں آتے رہتے ہیں۔ یہ مراحل ہم طے کرتے رہیں گے۔ حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ دونوں فریق مذاکرات جاری رکھنے پر متفق ہیں۔ امارت اسلامیہ مذاکرات کے لیے تیار ہے۔ وہاں ایک مضبوط ٹیم متعین کی ہے۔ طاقتور با اختیار لوگ وہاں مقرر کیے گئے ہیں مذاکرات کی میز پر۔ وہ پوری کوشش کر رہے ہیں کہ مذاکرات کا تسلسل نہ ٹوٹے، مذاکرات کے تمام مشتملات زیر غور رہیں۔ حالیہ دنوں میں مذاکرات کا سلسلہ کچھ کمزور ہوا ہے، مگر یہ بھی معمول سے ہٹ کر چیز نہیں ہے۔ ہر مذاکرات میں اونچ نیچ آتی رہتی ہے۔ امید ہے یہ سلسلہ پھر سے مضبوط ہوگا، آگے بڑھے گا اور امید ہے اچھے فیصلے سامنے آئیں گے۔

شریعت: پچیس جنوری کو اسلامی ممالک کی عالمی تنظیم کی جانب سے اعلان کیا گیا تھا کہ اس کی آئندہ کانفرنس میں امارت اسلامیہ کے نمائندوں کو بھی مدعو کیا جائے گا اور اس میں افغان مسئلے پر بات چیت کا انتظام کیا جائے گا۔ اس حوالے سے آپ کا موقف کیا ہے؟

ذبیح اللہ مجاہد: اسلامی ممالک کی تنظیم کی جانب سے جب باقاعدہ دعوت نامہ موصول ہوگا تب امارت اسلامیہ اس پر غور کر کے شرکت یا عدم شرکت کا فیصلہ کرے گی۔ میرے علم میں تاحال ایسا کچھ نہیں ہے کہ امارت اسلامیہ نے وہاں جانے کا فیصلہ یا عزم کیا ہو۔ ابھی ان کی جانب سے کانفرنس کا ایجنڈا موصول ہونے کے بعد دیکھا جائے گا کہ یہ افغان عوام کے مفاد میں ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو شرکت کر لیں گے اگر نہیں تو اس پر غور کیا جائے گا۔

شریعت: حال ہی میں امارت اسلامیہ کے دو اعلیٰ سطحی وفود نے ایران اور روس کا دورہ کیا۔ ان دوروں کے مقاصد اور وجوہات کیا تھیں؟

ذبیح اللہ مجاہد: ایران اور ماسکو کا دورہ امارت اسلامیہ کے ان دوروں کا تسلسل ہے جو ہم خطے اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات اور مسائل کے پرامن حل کے لیے کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تاکہ دوطرفہ اعتماد قائم ہو۔ بعض مسائل پر وضاحتیں سامنے آئیں اور کسی کو تشویش نہ رہے۔ امریکا کے ساتھ ہمارے مذاکرات چل رہے ہیں۔ یہاں طویل جارحیت کا خاتمہ ہونے والا ہے، اس لیے کسی کو افغان سرزمین کے حوالے سے فطری طور پر کسی کو کوئی خدشہ نہ رہے۔ ہمارے پڑوسی ممالک میں کوئی غلط فہمی نہ رہے اور افغانستان کے مسئلہ میں جتنا تعاون یہ لوگ کر سکتے ہیں، سیکیورٹی اور معیشت کے معاملات میں تعاون کریں۔ اسی طرح ایران میں ہمارے لاکھوں افغان بھائی مہاجر ہیں۔ ایران کے ساتھ ہماری سرحد ہے، سرحدی مسائل اٹھتے ہیں۔ کبھی کبھی وہاں فائرنگ بھی ہو جاتی ہے لوگ شہید بھی ہو جاتے ہیں۔ اس سرحد پر ہمارے بہت سے افغان بھائیوں کو اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایران میں ہمارے افغان مہاجرین بھائیوں کو بہت سی تکالیف اٹھانی پڑ جاتی ہیں۔ یہ سارے مسائل خدشات کی صورت میں ہمارے سامنے تھے۔ ایران کے دورے کا مقصد ہمارا یہی تھا کہ مہاجرین کے مسائل پر بحث کی جائے۔ ایران سے روزمرہ تعلقات، سرحد کے مسائل اور تجارتی و اقتصادی معاملات زیر بحث لائے جائیں۔ افغانستان اور خطے کے امن کے حوالے سے بھی بات چیت ہو سکے۔

اسی طرح ماسکو جانے والے وفد کا مقصد بھی یہی تھا کہ روس کے ساتھ ہمارے بہتر تعلقات قائم ہوں۔ ایک دوسرے کے متعلق غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں اور ایک دوسرے سے خطرہ نہ محسوس کیا جائے۔ تعاون کے وقت میں ہمارے ساتھ تعاون کر سکیں۔ تجارت اور آمد ورفت میں عوام کو ریلیف مل سکے۔ کم از کم یہ کہ ہمارے خلاف کوئی اقدام نہ کریں۔ گزشتہ بیس سالوں میں ہمارے خلاف بہت شدید پروپیگنڈا کیا گیا۔ ہم چاہتے ہیں اس پروپیگنڈے کا خاتمہ کریں اور ایک نارمل صورتحال قائم ہو۔ بیرون ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات افغان عوام کی ضرورت ہے۔ ہم چاہتے ہیں ہر ملک کے ساتھ تجارتی، سفارتی اور سماجی تعلقات اور رابطے بحال رہیں اور سب کے ساتھ اچھے تعلقات رہیں۔

شریعت: بہت شکریہ! وقت دینے کا۔

ذبیح اللہ مجاہد: آپ کا بھی بہت شکریہ کہ آپ نے گفتگو کے لیے وقت دیا۔ السلام علیکم

امارت اسلامیہ کے اعلی سطحی سیاسی وفود کا

دورۂ ایران وروس

تحریر: سید عبدالرزاق

دورۂ ایران

26 جنوری کو امارتِ اسلامیہ کا ایک اعلی سطحی سیاسی وفد پڑوسی ملک ایران کی سرکاری دعوت پر ایران پہنچا۔ اس وفد میں امارت اسلامیہ کے قطر سیاسی دفتر کے سربراہ الحاج ملا برادر اخند اور سیاسی دفتر کے چار ارکان ملا خیر اللہ خیر خواہ، ملاعبدالحق وثیق، ملا محمد فاضل مظلوم اور محمد سہیل شاہین شامل تھے۔ وفد کو ایران حکومت کی جانب سے سفارتی آداب اور سرکاری پروٹوکول کے ساتھ ایران میں ٹھہرایا گیا۔

27 جنوری کو اس وفد نے ایران کی ہائی کونسل برائے قومی سلامتی کے سربراہ "علی شامخانی" سے ملاقات کی۔ جس میں دوطرفہ احترام پر مبنی تعلقات، ایران میں مقیم افغان مہاجرین کے مسائل اور دونوں ممالک کے درمیان تجارت اور امن واستحکام کے قیام پر گفتگو ہوئی۔ دونوں جانب سے بہت سے امور پر اتفاق رائے سامنے آیا۔ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے مطالبہ پر ایرانی حکام نے وہاں مقیم افغان مہاجرین اور افغانستان کے تاجروں کے لیے ان کے نظام میں آسانیاں لانے کی یقین دہانی کرائی، اور ساتھ ہی طالبان کی امن کی خاطر جاری کوششوں کو سراہا اور ان کے موقف کی تائید کی۔

31 جنوری کو اس وفد نے ایران کے وزیر خارجہ جواد ظریف اور اس کے ہمراہ دیگر اعلی حکام سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں بین الافغان مذاکرات، دوحا معاہدے پر عمل درآمد، افغانستان سے ایران اور وہاں سے افغانستان جانے والے مسافروں اور تاجر برادری کے مسائل سمیت دیگر موضوعات پر خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی۔ ایرانی وزیر خارجہ نے امارت اسلامیہ کے وفد کی مدلل گفتگو سنی اور افغانستان میں ایک اسلامی اور ہمہ شمول نظام کی ضرورت کو تسلیم کیا اور بھرپور حمایت کا یقین دلایا۔ ایک ایسا نظام جس میں ہر افغان کے خوابوں کی تعبیر موجود ہو۔ ساتھ ہی ایرانی وزیر خارجہ نے یہ بھی تسلیم کیا کہ امریکی انخلاء بہر حال ضروری ہے۔ بیرونی قوتوں کی مداخلت جہاں افغانستان کے لیے بے حد مضر ہے وہاں پورے ایشیا اور بالخصوص ہمسایہ ممالک کے لیے نقصان دہ ہے جس سے پھر بدامنی کی فضاء میں شدت آئے گی اور اس کی لپیٹ سے پھر امریکا بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔

اسی دن مذکورہ وفد نے ایران کے اندر مقیم افغان مہاجرین کے زعماء اور عام افراد سے بھی ملاقات کی۔ جس میں ان مہاجرین کو درپیش مشکلات اور مسائل کو سنا گیا اور امارتِ اسلامیہ کی طرف سے انہیں ان کے حل کے لیے کوشاں رہنے کی یقین دہانی کرائی گئی۔ ساتھ ہی امارتِ اسلامیہ کے وفد نے ان مہاجرین کو جلد ہی اپنے ملک کے اندر ایک حقیقی اسلامی نظام کے قیام کی نوید بھی سنائی اور انہیں بتایا کہ ہم آپ کے آرزوؤں اور مطالبات کی تکمیل کے لیے کسی بھی محاذ پر کوتاہی نہیں دکھائیں گے اور جو ہم سے بن پڑا کر دکھائیں گے ان شاءاللہ۔

یکم فروری کو وفد کے تین ارکان ملا خیر اللہ خیر خواہ، محمد سہیل شاہین اور جناب ملاعبدالحق وثیق نے ایک پریس کانفرنس کی۔ جس میں ایران آنے کا مقصد، وہاں کے حکام سے گفتگو کا حاصل اور افغانستان میں امن واستحکام کے بابت گفتگو کی گئی۔ ملا خیر اللہ خیر خواہ نے دورے کے مقاصد پر بات کرتے ہوئے کہا کہ ایک تو امارتِ اسلامیہ بین الاقوامی برادری کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتی ہے اسی لیے وہ وقتاً فوقتاً امارتِ اسلامیہ کے ارکان کو دعوت دیتی رہتی ہے۔ حالیہ دورہ اسی تسلسل کی ایک کڑی ہے۔ ایرانی حکام نے ہمیں باقاعدہ سرکاری سطح پر آنے کی دعوت دی تھی اور انہیں کی دعوت پر ہم نے یہ دورہ کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایران میں ساڑھے تین ملین سے زیادہ افغان مہاجرین آباد ہیں۔ جن کے احوال اور مسائل ومشکلات سے آگاہ رہنا ہمارا فریضہ ہے۔ وہ ہمارے ہم وطن بھائی ہیں اس لیے ہم اپنا فریضہ سرانجام دینے آئے تھے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ایران کے ساتھ ہماری ایک طویل سرحد بھی واقع ہے۔ جس کی بنیاد پر دونوں کی سلامتی ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ پھر اس وقت دوحا میں بین الافغان مذاکرات چل رہے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اپنے موقف سے دنیا کو آگاہ کریں۔ بالخصوص اپنے پڑوس میں واقع ممالک کو اس حوالہ سے اعتماد میں لے لیں! ایرانی قوم کے لیے ہمارا پیغام یہی ہے کہ ایران اور افغانستان دونوں اسلامی ممالک ہیں۔ اس لیے دونوں کو اپنے تعلقات میں تاحد امکان

بہتری لانے کی کوشش کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کے غم اور خوشی سے نہ صرف آگاہ بلکہ اس میں شریک ہونا چاہیے۔

ملا خیر اللہ خیر خواہ نے امارتِ اسلامیہ کے جہاد کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ہمارے جہاد کے بنیادی طور پر دو اغراض و مقاصد تھے۔ ایک یہ کہ اپنے ملک کو غیروں کے تسلط سے آزاد کریں اور دوسرا یہ کہ ایک حقیقی اور ہمہ شمول اسلامی نظام قائم کریں! اس کے لیے ہم نے کسی طرح کی قربانی سے دریغ نہیں کیا ہے اور نہ اس کے حصول تک سکون سے بیٹھیں گے۔

ملا خیر اللہ خیر خواہ نے عبوری حکومت کے حوالہ سے بتایا کہ دوحا میں جاری بین الافغان مذاکرات میں عبوری حکومت کے حوالہ سے کوئی بات سامنے آئی ہے، نہ ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ افغان عوام ایک ایسی حکومت چاہتے ہیں جو دائمی اور اسلامی ہو۔ عبوری اور عارضی حکومت مسئلے کا حل نہیں۔ وفد کے ایک اور رکن اور سیاسی دفتر کے رکن جناب محمد سہیل شاہین نے بین الافغان مذاکرات اور دوحا معاہدہ کے حوالہ سے بتایا کہ ہم نے بین الافغان مذاکرات دوحا معاہدہ کی بنیاد پر شروع کیے ہیں اور دوحا معاہدے میں یہ واضح طور پر درج ہے کہ بین الافغان مذاکرات کے ذریعہ ملک میں ایک نیا اسلامی نظام اور اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ موجودہ انتظامیہ برخاست کردی جائے گی۔ اس کی جگہ ایک ایسی حکومت قائم کی جائے گی جس میں ہر افغان کو اپنے خوابوں کی تعبیر مل جائے۔ میں دوٹوک اور واضح الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں کہ امارتِ اسلامیہ اقتدار میں اپنی ذات پر انحصار کی پالیسی نہیں رکھتی۔

صحافی کے اس سوال پر کہ "نئی امریکی انتظامیہ کی جانب سے دوحہ معاہدہ پر نظر ثانی کے بیان کے حوالہ سے کیا کہیں گے؟" جناب شاہین صاحب کا کہنا تھا کہ ہم دوحا معاہدہ پر پوری طرح قائم ہیں۔ امریکی فریق سے بھی یہی امید رکھتے ہیں، لیکن اگر انہوں نے مقررہ مدت تک انخلاء سمیت دیگر نکات پر عمل نہیں کیا تو ہم بھی نظر ثانی کریں گے۔ ہمارے پاس متبادل آپشن ہر وقت موجود ہے۔ امریکا اور دیگر قوتوں کا افغانستان میں برقرار رہنا جارحیت ہے، اگر ایسا ہوگا تو ہم بھی اپنا جہاد جاری رکھیں گے۔

وفد کے ایک اور رکن جناب ملا عبدالحق وثیق نے امارتِ اسلامیہ کی بہترین پالیسی اور قومی وحدت کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: امارتِ اسلامیہ نے اپنے سابقہ دور میں اور حالیہ دور میں بھی جغرافیائی، نسلی، لسانی اور مذہبی منافرت کو ملک سے نکالا دیا ہے۔ امارتِ اسلامیہ کے ہاں تمام افغانوں کے حقوق برابر ہیں۔ چاہے وہ کسی بھی رنگ، نسل اور مذہب سے وابستہ ہو۔ اسی بنیاد پر امارتِ اسلامیہ نے اپنے دور سے پہلے کی مذہبی منافرتوں کا قلع قمع کیا۔

ملا عبدالحق وثیق نے امریکا اور نیٹو کے الزامات کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے جنگ میں کبھی شدت نہیں لائی ہے۔ اس وقت جنگ کی صورتحال صرف چند شہروں میں ہے اور اس کی وجہ بھی ردعمل ہی ہے۔ کابل انتظامیہ مسلسل پیش قدمی کرتی ہے جس پر ہم اپنے دفاع پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ملا عبدالحق وثیق نے ان افواہوں کے متعلق (جن میں نیٹو کے دوحا معاہدہ کے برخلاف افغانستان میں طویل مدت تک رہنے کا بتلایا گیا تھا) کہا کہ نیٹو اتحاد نے ہمیں یقین دہانی کرائی ہے کہ ہم امریکا کے ساتھ آئے تھے اور امریکا کے ساتھ واپس جائیں گے۔

دورۂ ماسکو

27 جنوری کو امارتِ اسلامیہ کے سیاسی دفتر کا ایک اور وفد روس پہنچا۔ یہ وفد جو جناب شیر محمد عباس ستانکزئی کی سربراہی میں تھا، چار افراد پر مشتمل تھا۔ ۱۔ جناب شیر محمد عباس ستانکزئی۔ ۲۔ جناب قاری دین محمد حنیف۔ ۳۔ جناب عمار یاسر۔ ۴۔ جناب حاجی محمد ابراهیم۔

روس کی طرف سے وفد کو سرکاری اعزاز دیا گیا اور سرکاری سطح پر ان کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ 28 جنوری کو یہ وفد افغانستان کے لیے روس کے خصوصی ایلچی ضمیر کابلوف، ان کے نائب اور روسی وزارتِ خارجہ کے متعدد اہلکاروں سے ملا۔ ملاقات میں امریکا کے ساتھ کیے گئے معاہدہ پر عمل درآمد، افغانستان میں امن و استحکام کے قیام پر گفتگو ہوئی اور اس بارے میں دونوں جانب سے تجاویز کا تبادلہ ہوا۔ ضمیر کابلوف نے افغانستان میں امن کے قیام کو ناگزیر قرار دے دیا۔ ساتھ ہی امن کے قیام کے لیے امارتِ اسلامیہ کو ہر طرح کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

29 جنوری کو وفد کے ارکان نے روس میں ایک پریس کانفرنس کی۔ جس میں افغانستان کی موجودہ صورتحال، دوحا معاہدہ، بین الافغان مذاکرات اور امن کے قیام میں حائل رکاوٹوں پر گفتگو کی۔

جناب شیر محمد عباس ستانکزئی نے بین الافغان مذاکرات میں تاخیر اور رکاوٹ کے حوالہ سے بتایا: کابل انتظامیہ امن مذاکرات میں مخلص نہیں ہے۔ کابل انتظامیہ کی باگ ڈور سنبھالنے والے چند افراد کی تمام تر کوششیں اپنے اقتدار اور کرسی تک محدود ہیں۔ اسی لیے انہوں نے قیدیوں کی رہائی میں تاخیر کی اور مسلسل رکاوٹیں ڈالتے رہے۔ اسی لیے انہوں نے بین الافغان مذاکرات چھ ماہ تک معلق رکھے۔ آج بھی اسی مقصد کے لیے یہ لوگ جنگوں میں شدت لا رہے ہیں۔

آئندہ نظام اور طرز حکومت کے بارے میں جناب ستانکزئی صاحب نے بتایا: افغانستان میں آئندہ آنے والا نظام اور قائم ہونے والی حکومت افغانوں کا داخلی مسئلہ ہے جس کا امریکا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی لیے ہم نے امریکا کے ساتھ صرف انخلاء اور

اپنی طرف سے نقصان نہ پہنچانے کے اطمینان دلانے پر معاہدہ کیا ہے۔ اسی معاہدہ میں یہ واضح موجود ہے کہ افغانستان میں آئندہ ایک اسلامی نظام قائم ہوگا اور یہی نکتہ اب بین الافغان مذاکرات کے ایجنڈا میں بھی شامل ہے۔ ہم ایک ایسا اسلامی نظام چاہتے ہیں جو تمام افغانوں کو قابل قبول ہو۔ اس میں خواتین کے حقوق کو تحفظ حاصل ہو۔ انسانی حقوق کا خیال رکھا گیا ہو۔ منشیات کی کاشت اور اسمگلنگ پر مکمل پابندی ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ افغان عوام ایک آزاد، خود مختار ریاست کے مالک ہوں جو غیروں کی بیرونی تسلط سے آزاد ہو۔

جنگ بندی کا معاملہ اور اس سے متعلق امارتِ اسلامیہ کا موقف دیتے ہوئے جناب عباس ستانکزئی نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے امریکا کے ساتھ جنگ بندی پر اتفاق کیا ہے۔ مگر کابل انتظامیہ نے معاہدہ کے دن سے ہی اس کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک کارروائیاں نہ صرف شروع کیں بلکہ بھرپور شدت سے بھی کام لیا، تب ہم مجبور ہوئے کہ دفاعی مورچہ سنبھال لیں! کابل انتظامیہ جو قیدیوں کو پھانسی دینے کا مطالبہ تواتر سے کر رہی ہے جنگوں میں شدت لا رہی ہے در حقیقت اپنی طرف سے پر تشدد پالیسی کا عندیہ دے رہی ہے۔

ہم دوحا معاہدہ کا بھرپور احترام کرتے ہیں اور اس پر عمل درآمد کے لیے مکمل سنجیدہ ہیں، مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ جانبِ مقابل نے متعدد مرتبہ معاہدہ سے انحراف اور سخت خلاف ورزی کی ہے۔ ہم نے امریکا کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ ہمارے زیر تسلط علاقوں سے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوگی اور ہم نے اپنا یہ وعدہ بخوبی نبھایا ہے۔ یہ جو داعش اور دیگر ٹولوں کی بات کی جاتی ہے بالکل بے جا اور خلاف واقعہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ داعش کو ہم نے پسپا کر کے اپنے علاقوں سے نکال باہر کیا اور اس کے لیے ہم نے اپنی کمزور ترین معیشت کے باوجود بے تحاشا مصارف کیے اور لاتعداد شیر دل جوانوں کی قربانیاں پیش کیں۔ اس وقت اگر داعش یا دیگر جرائم پیشہ افراد موجود ہیں تو وہ کابل ادارہ کی شہ پر جی رہے ہیں اور اسی کے زیر سایہ پروان چڑھ رہے ہیں۔ جنگ بندی بلاشبہ ایک ضرورت ہے اور اسی بنیاد پر ہم نے اپنے ایجنڈے میں اسے شامل بھی کیا ہے، مگر اس پر بات چیت مذاکرات کی میز پر ہوگی۔ محض ڈھنڈورا پیٹنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

امارتِ اسلامیہ امن کے لیے کوشاں اور پوری طرح سنجیدہ ہے۔ اسی لیے اپنی مذاکراتی ٹیم کے اندر ۷۰ فیصد ان افراد کو شامل کیا گیا ہے جو امارتِ اسلامیہ کی مرکزی شوریٰ کے ارکان اور قیادت سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر انہیں یہ کھلا اختیار دیا گیا ہے کہ یہ ٹیم جو فیصلہ کرے گی وہ فیصلہ ادنیٰ فرد سے لے کر اعلیٰ سطحی قیادت تک سب کو منظور ہوگا۔ مگر جانبِ مقابل کی مذاکراتی ٹیم ان اختیارات سے یکسر محروم ہے اور فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں ہے۔

جناب ستانکزئی صاحب نے نئی امریکی انتظامیہ کے دوحا معاہدے سے متعلق بیانات پر رد عمل دیتے ہوئے کہا: جب تک افغانستان میں استعماری طاقتیں کسی بھی شکل میں موجود ہوں گی اس وقت تک ہتھیار رکھنے کا جواز نہ شریعت دیتی ہے نہ اسلامی غیرت اور نہ ہی افغانی روایات ہمیں یہ اجازت دیتے ہیں۔ آج بھی اگر اشرف غنی استعفیٰ دیدے، اسلامی نظام کو تسلیم کرلے اور بیرونی قوتیں مکمل طور پر افغانستان سے نکل جائیں تو یہ جنگ بالکل ختم ہوجائے گی۔

روس کے حالیہ دورے سے متعلق وضاحت دیتے ہوئے جناب عباس ستانکزئی نے کہا: افغانستان کے لیے روس کے نمائندہ خصوصی "ضمیر کابلوف" کے ساتھ ہماری ملاقات میں امریکا کے ساتھ کیے گئے معاہدے پر عمل درآمد، آئندہ آنے والی حکومت، بلیک لسٹ سے امارت اسلامیہ کے زعماء کے ناموں کا اخراج اور دیگر موضوعات پر گفتگو ہوئی ہے اور روس کا یہ دورہ ہمارے بین الاقوامی تعلقات میں بہتری کا ایک تسلسل ہے۔

جناب ستانکزئی صاحب نے عوامی اور قومی وحدت کو بہتر کرنے سے متعلق فرمایا: اہل تشیع کے ساتھ پہلے بھی ہمارے اچھے تعلقات تھے اور آئندہ بھی ہم بہترین تعلقات کے خواہاں ہیں۔ ہم ان کے تمام مراسم کا احترام کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ انہیں بھی دیگر افغانوں کی طرح آزادی ہو اور ان کی مشکلات دور ہوں۔

جناب قاری دین محمد حنیف نے صحافی کے اس سوال "کہ امریکا کا الزام ہے کہ طالبان پر تشدد کارروائیاں کر کے معاہدے سے انحراف کر رہے ہیں" پر کہا: کہ امریکا کے نمائندوں سے ہمارا مستقل رابطہ موجود ہے اور مسلسل رہتا ہے۔ معاہدہ سے متعلق ہر وقت دوطرفہ گفت وشنید ہوتی رہتی ہے۔ مگر ہمارے سامنے تو انہوں نے کبھی اس الزام کے ثبوت اور شواہد پیش نہیں کیے ہیں۔ اگر واقعی انہیں اپنے الزام میں سچائی کا یقین ہے تو آئے اور الزام لگانے اور میڈیا پر اچھالنے کی بجائے ہمیں ثبوتوں کے ساتھ نشاندہی کرادے، ہم بالکل دوحا معاہدہ پر قائم ہیں ابھی تک کوئی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔

امارت اسلامیہ کے مذکورہ دونوں ممالک کے دوروں کو عالمی میڈیا پر معمول سے بڑھ کر کوریج ملی ہے۔ مذکورہ ممالک میں پریس کانفرنسز میں امارت اسلامیہ کے رہنماؤں نے جو موقف پیش کیا ہے وہ ایسے موقع پر جب امریکا میں نئی انتظامیہ تخت نشین ہوئی ہے اور دوحہ معاہدے پر ان کے مختلف قسم کے بیانات سامنے آرہے ہیں۔ ایسے موقع پر امارت اسلامیہ کو ان دوروں کے ذریعے عالمی میڈیا میں بہت پذیرائی ملی ہے اور امارت اسلامیہ کا موقف پوری دنیا کے سامنے واضح ہوا ہے۔

کابل انتظامیہ کی لوٹ کھسوٹ اور امریکی ادارے سیگار کی رپورٹ

تحریر: قاری عبدالستار سعید

کرزئی دور حکومت میں بھی ان کی کابینہ کے افراد کی چوریوں اور کرپشن کی رپورٹ منظر عام پر آئی تھی، جس کی مثال ان کے نائب ضیاء مسعود کی جانب سے لوٹے گئے 52 ملین ڈالرز تھے، جو دوبئی منتقل کیے گئے۔ یہ انکشاف بعد میں وکی لیکس کی جانب سے بھی کیا گیا۔ اسی طرح اب اشرف غنی دور میں ملک کے مرکزی بینک کابل بینک کو لوٹنے جانے کا واقعہ افغان تاریخ میں ایک اور سیاہ باب کا اضافہ کر گیا، جس میں افغانستان کے مظلوم عوام کے تقریباً ایک ارب ڈالر کا سرمایہ دن دیہاڑے لوٹ لیا گیا۔

کرزئی اور ان کے حواری چونکہ ماضی میں بڑا عرصہ افغانستان میں ہی رہے تھے اس لیے ان کی چوری اور طریقۂ واردات بھی سادہ تھا۔ لیکن جب سے اشرف غنی نے عنان اقتدار اپنے ہاتھ میں لیا ہے تو وہ اور ان کی پوری ٹیم نے سرکاری طور پر لوٹ مار کا سلسلہ شروع کردیا جس سے بہت جلد کرپشن کی شرح بلند ہوگئی۔

اشرف غنی کو ورلڈ بینک میں کام کا تجربہ ہے، لوٹ کھسوٹ کے نئے اور جدید طریقوں سے وہ بخوبی واقف ہیں۔ اسی طرح ان کی ٹیم میں شامل افراد کی اکثریت بھی ان لوگوں کی ہے جو مغرب سے درآمد کیے گئے ہیں، جو یورپ اور مغربی ممالک میں ہوٹلوں اور گھروں کی صفائی، اخبار بیچنے اور انگریزوں کے کتے نہلانے کے ساتھ ساتھ چھوٹے درجے کے کاروبار کرتے رہے۔ لیکن اب سب اشرف غنی کابینہ کا حصہ ہیں۔ جن کا مقصد صرف زیادہ سے زیادہ دولت اکھٹا کرنا ہے۔ یہاں انہوں نے نہایت ہی منظم طریقے سے قومی وسائل کی لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

اشرف غنی کی جانب سے لوٹ مار کی سب سے بڑی کارروائی جس منصوبے میں کی گئی وہ کوڈ 19 کے فنڈ اور [National Procurment Authority] کے نام سے خصوصی کمیشن کا قیام تھا، جس کے بعد تمام ٹھیکے اسی اتھارٹی کو دیے جانے لگے۔ [N.P.A] کمیشن کا سب سے بڑا ٹھیکہ کابل میں انتظامی کمپلیکس کی تعمیر کا ٹھیکہ تھا، جو اشرف غنی کی اہلیہ رولا غنی کے بھائی کی کمپنی "خطیب العالمی" کو دیا گیا۔

اب سے چند ماہ قبل اشرف غنی نے ملک کے مالی ذرائع پر بلاشرکت غیرے اپنا قبضہ جمانے کے لیے وزارت خزانہ کے دائرہ کار میں آنے والے تین اہم مالی ذرائع جن میں بجٹ، محصولات اور کسٹم شامل ہیں، کو وزارت خزانہ کے دائرہ کار سے نکالنے کی کوشش کی۔ اشرف غنی نے ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ وزارت قائم کی اور ان تینوں وزارتوں کو براہ راست ایوان صدر سے منسلک کردیا۔ اس کے لیے یہ قانون پاس کیا کہ یہ وزارتیں صرف ریاست جمہوری کے دفتر کو جوابدہ ہوں گی۔ چونکہ وزارت خزانہ پارلیمنٹ کو جوابدہ ہے اس لیے اشرف غنی کی کوشش تھی کہ پیسوں کے یہ سب سے اہم ذرائع اپنے کنٹرول میں لے کر اپنے حواریوں کے حوالے کریں۔ تاکہ نام نہاد پارلیمنٹ میں موجود اشرف غنی کے کچھ مخالفین کو آمدنی کی تفصیلات کی خبر نہ ہو سکے، اور وہ اور ان کی کٹھ پتلی انتظامیہ آپس میں ہی بندر بانٹ کا سلسلہ جاری رکھیں۔

ابھی تک تو کابل کے صدارتی محل کے باسیوں کی کرپشن، لوٹ مار، عیش وعشرت اور گوشت کے 17 قسم کے کھانوں کی ایک وقت کے لیے تیاری کی خبریں میڈیا میں زیر بحث تھیں، کہ دوسری جانب امریکی ادارے سیگار نے انکشاف کیا کہ اشرف غنی اور اس کی انتظامیہ کے حکام کابل ہوائی اڈے کے وی۔ آئی۔ پی طیاروں اور وی آئی پی پروازوں کے ذریعے نقد رقم، قیمتی پتھر اور سونا افغانستان سے بیرون ملک منتقل کر رہے ہیں۔ سیگار کے مطابق کچھ خصوصی طیاروں کی مدد سے ساڑھے چار ارب ڈالرز افغانستان سے غیر قانونی طور پر باہر لے جائے جا چکے ہیں۔ کابل کے ایک معروف نیوز چینل "کابل نیوز" نے بھی اس لوٹ مار کا پردہ چاک کرتے ہوئے کابل ہوائی اڈے میں کھڑے ایک ایسے سفید رنگ کے طیارے کی تصویر نشر کی ہے جس پر کسی بھی ملک کی ہوائی کمپنی کا لوگو اور نشان نہیں ہے۔

ان انکشافات کے منظر عام پر آنے کے صرف دو روز قبل نئے وزیر خزانہ عبدالهادی ارغندیوال کو عہدے سے ہٹایا گیا، ارغندیوال نے میڈیا کو بتایا کہ انہیں صرف اس وجہ سے عہدے سے ہٹایا گیا کیوں کہ وہ وزارت خزانہ کے امور میں صدارتی محل کی بے جا مداخلت کی مخالفت کرتے تھے۔ اسی طرح کچھ روز قبل یہ خبر بھی میڈیا پر آئی کہ اشرف غنی نے اپنے خصوصی گارڈ [پی۔پی۔ایس] کے ایک افسر کو کابل ہوائی اڈے کا انچارج مقرر کیا ہے۔

ان سب کڑیوں کو ملایا جائے تو معلوم ہوگا کہ اشرف غنی اور اس کے حواریوں نے اس مرتبہ افغانستان کے قومی وسائل کی لوٹ مار کے لیے باقاعدہ منصوبہ بندی کرلی ہے۔ نامعلوم طیارے کابل ائیرپورٹ سے نامعلوم جانب ملکی خزانے کے قیمتی اثاثے لے کر رفوچکر ہو جاتے ہیں۔

افغان قوم اپنے موجودہ کٹھ پتلی حکمرانوں کو اچھی طرح جان لے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مغربی غلامی کے گندے جوہڑ میں غرقاب ہیں۔ حلال یا حرام، قومی وسائل اور بیت المال کیا ہیں انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ انہیں صرف اپنے انفرادی مفادات عزیز ہیں اور بس۔ اگر ان کا راستہ نہ روکا گیا تو وہ اس سرسبز ملک کو ٹڈی دل کی طرح چاٹ کر بنجر صحرا میں تبدیل کردیں گے۔

∞ ∞ ∞

دعوت وارشاد (جلب وجذب) کمیشن کی مختصر سالانہ کارکردگی رپورٹ

سال 2020 کے دوران امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد جلب وجذب کمیشن کی کوششوں اور مجاہدین کے تعاون سے کابل انتظامیہ کے 13040 سپاہیوں، پولیس اہل کاروں اور ملازمین نے امارت اسلامیہ کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ ہتھیار ڈالنے والے اہل کار 589 ہتھیار، 47 بکتر بند گاڑیاں، 33 فوجی گاڑیاں، 14 موٹر سائیکل، 9 دوربین اور 1 وائرلیس سیٹ بھی اپنے ساتھ لائے، اور مجاہدین کے حوالے کر دیے۔

ان سب نے بیرونی جارحیت پسندوں اور کابل حکومت کے ساتھ مل کر کام کرنے پر پچھتاوے کا اظہار کیا اور امارت اسلامیہ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے کا وعدہ کیا۔

امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے رہنماؤں اور مقامی مجاہدین نے سرنڈر ہونے والے اہل کاروں کا استقبال کیا، انہیں خوش آمدید کہا، ان کے اس اقدام کو سراہا، ان میں سے بعض اہل کاروں کو انعام دیا اور بالعموم کابل انتظامیہ سے آنے والے تمام اہل کاروں کو تحفظ فراہم کرنے کی ضمانت دی۔

ہم سول اور فوجی شعبوں میں جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ کے ساتھ کام کرنے والے تمام اہل کاروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ دین اور ملک سے غداری کا سلسلہ ترک کر دیں، جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ کے ساتھ کام چھوڑیں اور امارت اسلامیہ میں شامل ہوں۔ امارت اسلامیہ تمام افغانوں کا مشترک گھر ہے، ہر صاحب شعور افغان اس گھر میں اسلام اور ملک کی خدمت کر سکتا ہے۔

ہتھیار ڈالے والے اہل کاروں اور ان کے وسائل کی مختصر سالانہ رپورٹ ذیل کے جدول میں ملاحظہ فرمائیے۔

نمبر شمار	ماہ	سرنڈر ہونے والے اہل کاروں کی تعداد	ساتھ لائے ہوئے چھوٹے، بڑے ہتھیار	فوجی گاڑیاں اور دیگر ساز و سامان
1	جنوری	682	6	1 گاڑی
2	فروری	684		
3	مارچ	760	109	3 موٹر سائیکلیں
4	اپریل	1301	7	
5	مئی	934	7	5 موٹر سائیکل
6	جون	877	7	ایک موٹر سائیکل، ایک دوربین
7	جولائی	883	17	1 فوجی گاڑی، 1 سٹلائٹ، 1 دوربین
8	اگست	1201	45	
9	ستمبر	1252	50	1 موٹر سائیکل
10	اکتوبر	1463	334	47 بکتر بند گاڑیاں، 32 فوجی گاڑیاں، 7 دوربین 4 موٹر سائیکلیں، 1 وائرلیس
11	نومبر	1657	6	1 فوجی گاڑی
12	دسمبر	1346	7	
	مجموعی	13040	589 مقدار ہتھیار	47 بکتر بند گاڑیاں، 33 فوجی گاڑیاں، 2 گاڑیاں، 9 دوربین، 1 وائرلیس، 14 موٹر سائیکلیں

تحریر: مستنصر حجازی

امارتِ اسلامیہ افغانستان

سیاسی دفتر (قطر)، ملاقاتیں اور سرگرمیاں

6 جنوری 2020 : آج شام بین الافغانی مذاکرات کے سلسلے میں دونوں ٹیموں کے درمیان مذاکرات کے دوسرے دور کے آغاز کے لیے ایک نشست ہوئی، جس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگلے ہفتے کو ایجنڈے پر بحث کے لیے مقرر کی گئی ٹیمیں اپنے کام کا آغاز کریں گی۔

9 جنوری 2020: آج شام بین الافغانی مذاکرات کے سلسلے میں ایجنڈے کی ترتیب کے لیے بنائی گئی ٹیموں کے درمیان گذشتہ بدھ کے فیصلے کی روشنی میں نشست منعقد ہوئی، یہ نشست خوشگوار ماحول میں ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ اس نوع کی نشستیں جاری رہنی چاہییں۔

16 جنوری 2020: آج ظہر کو امارت اسلامیہ کے سیاسی کمیشن اور قطر دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر اور مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیخ مولانا عبدالحکیم حقانی، امریکا کے خصوصی نمائندے زلمے خلیل زاد، جنرل سکاٹ میلر اور قطر کے وزیر خارجہ شیخ محمد بن عبدالرحمان آل ثانی کے درمیان اپنے وفود کے ہمراہ سہ فریقی ملاقات ہوئی۔ ملاقات میں طالبان قیدیوں کی رہائی اور بلیک لسٹ سے ان کے نام نکالے جانے پر گفتگو ہوئی۔ جو مذاکرات کے متن کا حصہ تھا، نیز مذاکرات کی اہمیت اور تکمیل پر بھی سیر حاصل گفتگو ہوئی۔

17 جنوری 2020: آج شام مذاکراتی ٹیموں کے سربراہوں اور دونوں ٹیموں کے چند اراکین کے درمیان ملاقات ہوئی، جس میں ایجنڈے میں شامل موضوعات اور مستقبل میں ہونے والی نشستوں پر گفتگو ہوئی۔

17 جنوری 2020: آج عصر کو امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر کی اپنے وفد کے ہمراہ ایشیائی ممالک کے لیے اقوام متحدہ کے ادارہ صحت ڈبلیو ایچ او اور یونیسف کے سربراہوں کے درمیان ملاقات ہوئی۔ جس میں افغانستان میں پولیو، کورونا اور دیگر وبائی امراض کے روک تھام کے حوالے سے بات چیت ہوئی۔

18 جنوری 2020: آج شام دوحہ قطر میں امارت اسلامیہ افغانستان کے نمائندہ خصوصی برائے یورپ ملا عبدالحق وثیق اور جرمنی کے خصوصی نمائندہ برائے افغانستان مارکس پوٹز کے وفود کے درمیان ملاقات ہوئی، جس میں افغانستان کی موجودہ صورت حال، دوحہ معاہدے اور عوامی نقصانات کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ نیز امن کے قیام میں بین الاقوامی قوتوں کے مثبت کردار کے حوالے سے بھی تبادلہ خیال ہوا۔

21 جنوری 2020: آج شام کو قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر نے اپنے وفد کے ہمراہ قطر میں چین کے سفیر ژوجیان اور ان کے وفد سے ملاقات کی۔ جس میں بین الافغانی مذاکرات اور دوحہ معاہدے پر گفتگو ہوئی۔ چین کے سفیر نے بین الافغان مذاکرات میں چین کی جانب سے مکمل تعاون کا یقین دلایا اور افغانستان میں امن کے قیام کے حوالے سے امید ظاہر کی، چینی سفیر نے چین اور افغانستان کے درمیان پائیدار اقتصادی معاہدات کرنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔

21 جنوری 2020: امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر میں افغان فریق کے ساتھ روابط کے انچارج شیخ شہاب الدین دلاور صاحب نے کابل میں امن کونسل کے سربراہ اکبر آغا کے ساتھ اپنے وفود کے ہمراہ آن لائن کانفرنس میں ملاقات کی۔ ملاقات میں بین الافغان مذاکرات کی موجودہ صورت حال پر تبادلہ خیال ہوا۔ موجودہ صورت حال کو اسلامی نظام کے قیام کے لیے زریں موقع قرار دیا گیا۔ کانفرنس میں امریکا کے ساتھ ہونے والے معاہدے پر عمل درآمد کرنے کو لازمی قرار دیا گیا، اسی طرح قیدیوں کے ساتھ بہتر سلوک، انسانی حقوق کی پابندی، آئندہ نظام میں تمام افغانوں کی شمولیت اور کابل سمیت ملک کے بڑے شہروں میں ٹارگٹ کلنگ کے واقعات پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ آخر میں دونوں اطراف نے اس نوعیت کی نشستوں کو اہم قرار دیا۔

21 جنوری 2020: دوحہ قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر میں نمائندہ خصوصی برائے یورپ ملا عبدالحق وثیق صاحب اور افغانستان کے لیے ناروے کے خصوصی نمائندے پر البرٹ الساس اور ناروے ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ ڈیگ نیلنڈر کے درمیان اپنے وفود کے ہمراہ ملاقات ہوئی، جس میں افغانستان کی موجودہ صورت حال، مذاکرات اور امن کے قیام کے حوالے سے تفصیلی بات چیت ہوئی۔"

24 جنوری 2020: امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر اور مذاکراتی ٹیم کے سربراہ شیخ مولانا عبد الحکیم حقانی صاحب نے اپنے وفد کے ہمراہ انڈونیشا کے سابق نائب صدر یوسف کالا اور ان کے وفد سے ملاقات کی۔ ملاقات میں بین الافغان مذاکرات کے حوالے سے تفصیلی بات چیت ہوئی، یوسف کالا صاحب نے مذاکرات کو یقینی بنانے کے لیے ہر قسم تعاون کا یقین دلایا۔

26 جنوری 2020: امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر میں امارت اسلامیہ کے دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر اپنے وفد کے ہمراہ ایرانی حکومت کی سرکاری دعوت پر ایران پہنچ گئے۔ مذکورہ وفد نے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات، ایران میں موجود افغان مہاجرین اور افغانستان کی تازہ سیاسی صورت حال پر بھی تبادلہ خیال کیا۔

27 جنوری 2020: امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر نے اپنے وفد کے ہمراہ ایران کے قومی سلامتی کونسل کے سربراہ علی شامخانی اور دیگر اعلی حکام کے ساتھ ملاقات کی۔ جس میں ایران کے ساتھ سرحدی معاملات، افغان تاجروں کے مسائل اور بامقصد مذاکرات کے حوالے سے بات چیت ہوئی۔

28 جنوری 2020: امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سیکریٹری شیر محمد عباس ستانکزئی نے اپنے وفد کے ہمراہ روس کے وزارت خارجہ میں روسی صدر کے خصوصی نمائندے ضمیر کابلوف اور وزارت خارجہ کے دیگر اعلی حکام کے ساتھ ملاقات کی۔ جس میں دونوں ممالک کے متعلقہ مسائل، مذاکرات کی تازہ صورت حال اور امن کے قیام کے حوالے سے گفتگو ہوئی، روسی نمائندے نے امن کے قیام کے حوالے سے اپنے تعاون کا یقین دلایا۔

31 جنوری 2020: امارت اسلامیہ کے سیاسی معاون اور قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا عبدالغنی برادر نے ایران کے وزیر خارجہ محمد جواد ظریف کے ساتھ ملاقات کی۔ ملاقات خوشگوار ماحول میں ہوئی، جس میں افغانستان کی موجودہ صورت حال، بین الافغان مذاکرات، دوحہ معاہدے اور افغانستان میں قیام امن کی کوششوں پر تفصیلی بات چیت ہوئی۔

★★★

کابل میں دہشت انگیزی کا ذمہ دار کون ہے؟

تحریر: شمس منصور

اشرف غنی اور عبد اللہ عبد اللہ کے درمیان شراکت اقتدار کے معاہدے کے بعد جب امر اللہ صالح کو وزارت داخلہ کی ذمہ داریاں دینے کے ساتھ ساتھ کابل میں امن کے قیام کے نام پر بدامنی کو فروغ دینے کی ذمہ داری سونپی گئی تو انہوں نے جلد ہی روزانہ کی بنیاد پر مشاورتیں شروع کر دیں، جس کے بعد اندرون کابل اور کابل سے باہر دیگر صوبوں میں ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ شروع ہوا۔ کچھ ہی عرصے میں مختلف صحافی، سیاسی اور دیگر اعلیٰ شخصیات نشانہ بنا کر قتل کر دیے گئے۔ روزانہ کی مشاورت کے نتیجے میں کابل شہر کو چوروں اور ڈاکوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب کابل میں روزانہ بڑے بڑے ڈاکے پڑتے ہیں جس کی وجہ سے عام باشندوں میں عدم تحفظ کا احساس بڑھ رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر لوگوں کو ہراساں کرنے اور انہیں لوٹنے والا معمولی گروہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ منظم مافیا ہے جس کے شر سے بمشکل کوئی محفوظ رہ سکتا ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق یہ گروہ اس قدر مضبوط اور منظم ہے کہ پولیس کی گاڑیوں میں گھوم پھر رہا ہے اور دن دیہاڑے لوگوں کے گھروں اور قیام گاہوں پر چھاپے مار کر ان سے قیمتی گاڑیاں اور بیش قیمت چیزیں چوری کرتا ہے۔ اس کی تازہ مثال چند دنوں قبل اسمبلی کے ایک ممبر پر بکتر بند گاڑی میں بیٹھے ڈاکوؤں کی فائرنگ کا واقعہ ہے۔ جس کے نتیجے میں مذکورہ رکن اسمبلی کے محافظ زخمی ہوئے اور خود ممبر اسمبلی سے ان کی گاڑی چھین لی گئی۔ جب اسمبلی کا ممبر ہی اس قدر غیر محفوظ ہے تو عام عوام کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس قدر دلیر چور کون ہیں؟ کہاں سے آتے ہیں؟ جو دن دیہاڑے لوگوں کو اغوا کرتے ہیں اور لوگوں سے گاڑیاں چھیننے کے بعد چلے بھی جاتے ہیں؟ اب یہ بات مخفی نہ رہی کہ اس نوع کے جرائم میں ملوث ڈاکوؤں کی ڈوریں ایوان صدر سے ہل رہی ہیں، جس کا واحد مقصد انارکی پھیلا کر اپنے اقتدار کو طول دینا اور مذاکرات کی کامیابی کے ساتھ وابستہ امیدیں توڑنا ہے۔ تجزیہ نگاروں کے بقول موجودہ بدامنی کے واقعات میں وزیر داخلہ امر اللہ صالح ملوث ہے اور یہ سب انہی کے اشارے اور ہدایات پر ہو رہا ہے۔ تجزیہ نگاروں کے بقول بدامنی کو فروغ دینے سے ان کے دو مقاصد ہیں۔ ایک یہ کہ ٹارگٹ کلنگ میں قتل ہونے والوں کی ذمہ داری امارت اسلامیہ پر ڈالی جائے اور اسے امارت اسلامیہ کے خلاف پروپیگنڈے کے طور پر استعمال کیا جائے تاکہ بین الاقوامی سطح پر امارت اسلامیہ کے پرامن موقف کو نقصان پہنچایا جا سکے۔ انہوں نے کئی مواقع پر ایسی کوششیں کیں کہ افغانوں کے درمیان نفرتیں اور عداوتیں جنم لیں اور انہیں امارت اسلامیہ کی طرف منسوب کیا جائے، لیکن امارت اسلامیہ نے ہر مرتبہ ایسے واقعات کی نہ صرف تردید کی بلکہ شدید الفاظ میں مذمت بھی کی اور کابل انتظامیہ کو اس نوع کے واقعات کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ صالح کی مکمل کوشش ہوتی ہے کہ مذاکرات اور امن کے حق میں اٹھنے والی ہر آواز کو دبایا جائے۔ ہر اس شخص کو قتل کیا جائے جو اشرف غنی کی سیاست سے اختلاف کرے۔ ان صحافیوں کو بھی قتل کر رہے ہیں جو موجودہ سیاست کے کمزور پہلوؤں اور حکومت کے ظلم و ستم کی رپورٹنگ کر کے عوام میں شعور بیدار کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ایوان صدر میں موجود مافیا اس قدر الرٹ ہے کہ اپنے ان حکام اور آفیسروں کو جو حکومت کی نااہلیوں کا پردہ چاک کرتے ہیں انہیں بھی اپنی ذمہ داریوں سے برطرف کر دیتے ہیں۔ جس کی تازہ مثال قندہار کے گورنر حیات اللہ حیات کی معزولی ہے، جنہوں نے یہ سچ کہا تھا کہ قندہار کے ستر فی صد پولیس اہلکار سسٹم کی ناکامی کی وجہ سے بھاگ گئے ہیں صرف تیس فی صد باقی ہیں اور قندہار کے اکثر علاقے طالبان کے کنٹرول میں ہیں۔ یہ ایسا سچ تھا جو ان کی معزولی کا سبب بنا۔ ان کی معزولی کے چند گھنٹے بعد انہیں صوبے سے بھی بھگا دیا گیا۔

لہٰذا کابل انتظامیہ سخت اضطراب میں ہے۔ وہ اپنی ناکامیوں کا بدلہ قوم و ملت اور عوام سے لے رہی ہے۔ اسی مقصد کے لیے ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ اپنے سیاسی مخالفین کو دبایا جا سکے اور عام عوام کو چوروں اور ڈاکوؤں کے خوف میں مبتلا کر کے انہیں اپنی ناکامیوں کے خلاف کسی بھی فورم پر مؤثر احتجاج کا موقع ہی نہ دیں۔ اس صورت حال میں بین الاقوامی اداروں اور انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیموں کا فرض بنتا ہے کہ وہ کابل انتظامیہ کی وحشت ناک مظالم کا نوٹس لے کر انتظامیہ میں موجود چوروں، ڈاکوؤں اور دہشت پھیلانے والوں کا محاسبہ کریں۔

کابل انتظامیہ کی جانب سے

عوامی مراکز صحت کا بطور مورچہ استعمال

تحریر: موسیٰ فرہاد

دو دہائیوں سے ہمارے ملک میں عام شہریوں کی ہلاکتوں کا سلسلہ جاری ہے لیکن جب بھی کوئی ایسا واقعہ رونما ہوتا ہے کہ جس میں عام شہریوں اور شہری املاک کو نقصان پہنچتا ہے تو میڈیا کی خبروں، انسانی حقوق کی تنظیموں کے سرویز اور یوناما کی رپورٹس میں لکھا جاتا ہے کہ شہری ہلاکتوں کے ذمہ دار 99 فیصد طالبان، 1٪ کابل انتظامیہ اور 0٪ نیٹو ہیں۔ جب سوال اٹھایا جائے کہ یہ ہلاکتیں فضائی حملوں کے نتیجے میں ہوئیں۔ بھاری ہتھیاروں، چھاپہ مار کارروائیوں، سی آئی اے کی اسپیشل فورسز کے خصوصی آپریشن میں یہ لوگ شہید ہوئے۔ ہسپتال، مدرسہ، مسجد، پل اور گھر کو بمباریوں کا نشانہ بنایا گیا، اور یہ کام طالبان کا نہیں ہے، تو پھر عوامی نقصانات کا الزام کیوں طالبان پر لگایا جاتا ہے؟

اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں چونکہ طالبان نے ان علاقوں میں اپنے ٹھکانے بنائے ہیں اس لئے وہ ذمہ دار ہیں، حالانکہ طالبان کے پاس کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ وہ کبھی مستقل ٹھکانے اور وہ بھی آبادیوں کے بیچ قائم کرتے ہی نہیں، وہ گوریلا حملے کرتے ہیں۔ پختہ تعمیر شدہ چوکیاں تو صرف نیٹو اور ان کے حامی افغان فورسز کی ہیں، پھر طالبان پر الزام لگانے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے، دوسری بات یہ کہ خود کابل حکام اپنی شکست کا جواز پیش کرنے کے لئے ہمیشہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم طالبان کا مقابلہ اس لئے نہیں کر سکتے کہ ان کا ٹھکانہ معلوم نہیں ہے، کہتے ہیں کہ طالبان باہر سے آکر حملے کرتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں اس لئے ہم انہیں نشانہ نہیں بنا سکتے۔

کابل میڈیا غیر ذمہ دارانہ طور پر وہی پروپیگنڈہ کر رہا ہے جو کابل حکام کر رہے ہیں۔ آئے روز خبروں میں کہا جاتا ہے کہ طالبان کی کارروائیوں سے شہری ہلاکتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہم مندرجہ ذیل مثال سے بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ شہری املاک کو مورچے کے طور پر کون استعمال کرتے ہیں، نجی املاک میں کون چوکیاں بناتے ہیں؟ گزشتہ روز طلوع نیوز نے ایک خبر شائع کی کہ شمالی صوبہ بلخ کے ضلع دولت آباد میں طالبان کی دھمکی کی وجہ سے ایک ہسپتال ایک ماہ سے بند ہے۔

لیکن حقیقت کیا ہے؟

ہسپتال کے سربراہ غوث الدین انوری نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ افغان فورسز نے ضلع دولت آباد کے ڈسٹرکٹ ہیلتھ سنٹر میں ایک چوکی

قائم کی ہے جس پر طالبان نے ہسپتال کے ڈاکٹروں کو متنبہ کیا ہے کہ جب تک سرکاری فورسز کی چوکی ہسپتال میں برقرار رہے گی، تب تک آپ ہسپتال جانے سے اجتناب کریں۔ انوری کے مطابق یکم دسمبر سے ہیلتھ سنٹر کے تمام ڈاکٹروں اور عملہ نے کام چھوڑ دیا ہے۔

ضلع دولت آباد کے رہائشی اب اپنے مریضوں کو بھاری اخراجات اور مشکلات سے مزار شریف کے ہسپتال لے جاتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ضلعی ہسپتال کی بندش سے انہیں بہت ساری پریشانیوں کا سامنا ہے۔ طلوع نیوز کے ایک رپورٹ کے مطابق دولت آباد کے 45 سالہ رہائشی غلام سخی جو بڑے چادر میں لپیٹا ہوا تھا اور سردی سے کانپ رہا تھا، نے انہیں بتایا کہ "ہم بڑی مشکل سے دوچار ہیں اور تین سے چار ہزار تک کار کرایہ آنے جانے پر لگتا ہے۔" اس سلسلے میں بلخ پولیس کے ترجمان عادل شاہ نے بتایا "ہسپتال کے قریب سیکورٹی فورسز کی ایک چوکی موجود ہے جو فوجی آپریشن کے لئے قائم کی گئی ہے، جب آپریشن ختم کیا جائے گا، چوکی بھی ہٹادی جائے گی۔ اطلاعات کے مطابق تقریباً پانچ ماہ قبل طالبان نے صوبہ مزار کے ضلع بلخ میں سیکورٹی فورسز کے ایک مرکز کو بارود سے بھری گاڑی سے نشانہ بنایا تھا جس میں متعدد اہل کار ہلاک ہو گئے تھے، جس کے بعد اسپیشل فورسز نے ہسپتال سے متصل ایک ویٹرنری کلینک میں چوکی قائم کی۔

طالبان کا ردعمل:

اگرچہ یہ چوکی طالبان کے خلاف آپریشن کے لئے قائم کی گئی تھی لیکن طالبان نے پانچ مہینوں سے اس پر حملہ نہیں کیا ہے کیونکہ وہ ایک سول ہسپتال کے قریب واقع ہے اور اس حملے سے عام شہریوں کو نقصان ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ طالبان ڈاکٹروں کو ہسپتال جانے کی اجازت نہیں دیتے اور انہیں متنبہ کیا ہے کہ جب تک افغان فورسز کی چوکی اس کلینک میں قائم رہے گی آپ بھی کام چھوڑ دیں۔ اگر اس کلینک میں طالبان موجود ہوتے تو کٹھ پتلی حکومت پہلے اس پر بمباری کرتی اور پھر طالبان کو مورد الزام ٹھہراتی، اس کے ہمنوا میڈیا کی جانب سے بڑا ڈرامہ رچایا جاتا اور بڑا ہنگامہ برپا کیا جاتا کہ طالبان نے کلینک پر قبضہ کیا تھا اس لئے حکومت نے ان پر بمباری کی۔

چونکہ سیکورٹی فورسز کی چوکی کی وجہ سے ہسپتال بند ہے، طلوع نیوز نے پروپیگنڈہ کیا کہ طالبان نے مذکورہ ہسپتال کو بند کر دیا ہے۔ اگرچہ عام شہریوں کی حفاظت کی وجہ سے طالبان نے ابھی تک اس پر حملہ نہیں کیا ہے لیکن اس کے باجود کابل میڈیا نے بلا تحقیق طالبان پر الزام عائد کر دیا۔ بلخ ہسپتال کا واقعہ ایک اہم مثال ہے، اس طرح کی سیکڑوں مثالیں ہیں کہ سیکورٹی فورسز شہری املاک کو مورچے کے طور پر استعمال کرتی ہیں، قندھار کے ضلع ژڑی میں، روزگان کے ضلع دہراود میں، زابل کے ضلع شاہ جوئی بازار میں، لوگر کے ضلع برکی برک میں، غزنی کے ضلع دہ یک میں، بلخ کے دولت آباد اور متعدد دیگر مقامات پر سیکورٹی فورسز نے اسکولوں اور ہسپتالوں میں فوجی چوکیاں قائم کی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود الزام مجاہدین پر عائد ہوتا ہے کہ وہ جنگ کے دوران پبلک مقامات کو استعمال کرتے ہیں، اس لئے کابل انتظامیہ ایسے مقامات پر بمباری کرتی ہے، میڈیا، یوناما اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو کٹھ پتلی حکومت کے غیر قانونی اقدامات اور پروپیگنڈوں پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ انہوں نے ہمیشہ مجاہدین کو مورد الزام ٹھہرایا ہے۔ کیا اس کو عدالتی، اخلاقی اور انسانی انصاف کہا جاسکتا ہے؟

☼☼☼☼

ایوانِ صدر کی جنگی دھمکیاں اور قومی دولت کی لوٹ کھسوٹ

تحریر: ہارون بلخی

امارت اسلامیہ اور امریکہ کے درمیان ایک سال قبل دوحہ معاہدہ طے ہوا، جس میں فیصلہ کیا گیا کہ پندرہ روز کے اندر افغانستان کی جیلوں میں قید پانچ ہزار طالبان کو رہا کر دیا جائیگا اور اس کے فورا بعد بین الافغان مذاکرات کا آغاز ہو گا۔ لیکن کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے عہدیداروں نے مختلف بہانوں سے بین الافغان مذاکرات میں رخنہ اندازی کرتے ہوئے تقریبا چھ ماہ تک اسے مؤخر کر دیا۔ آخر کار گذشتہ سال ستمبر کے مہینے میں بین الافغان مذاکرات کا آغاز ہوا، افغان قوم کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی اور مملکت قطر کے دارالحکومت دوحہ میں فریقین کی نشستوں کا سلسلہ شروع ہوا، جو تاحال جاری ہے۔

لیکن بدقسمتی سے تخت کابل پر استعمار کی طاقت سے براجمان کٹھ پتلی انتظامیہ کے عہدیداروں کی اکثریت صلح و آشتی کو ترجیح دینے کی بجائے جنگ کی دھمکیوں اور خون بہانے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ اس سلسلے میں کابل انتظامیہ کے ایک دھڑے کے سربراہ اشرف غنی کے نائب اول امر اللہ صالح صف اول کا کردار ادا کر رہا ہے۔ موصوف اپنے اقتدار کی بقاء کے لیے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ کابل سمیت ملک کے دیگر بڑے شہروں میں پراسرار ہلاکتوں کا سلسلہ بلاتوقف جاری ہے، جس میں صحافیوں، سماجی کارکنوں، علماء کرام، قبائلی عمائدین، لکھاریوں اور بااثر اشخاص کو بے دریغ نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ دارالحکومت سمیت تمام شہروں کے محفوظ ترین مقامات پر ٹارگٹ کلنگ کے نتیجے میں تادم تحریر درجنوں اشخاص لقمہ اجل بن گئے۔ لیکن اب تک کسی نے ذمہ داری قبول کی اور نہ ہی قاتلوں کا کوئی سراغ مل سکا۔

امر اللہ صالح اسلام اور افغان دشمنی میں سرفہرست ہے، وہ نہ صرف اسلامی نظام کے قیام کی برملا مخالفت کر رہا ہے، بلکہ امریکی اور نیٹو غاصب افواج کے انخلا کو معطل کرنے کی سرتوڑ کوششیں بھی کر رہا ہے۔ کیوں کہ استعماری افواج کی موجودگی میں اس کا اقتدار محفوظ اور وہ مصنوعی سانس لے رہا ہے۔ اس کے علاوہ، وہ 300 سیکورٹی اہلکاروں کے حصار میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ امر اللہ صالح اشرف غنی کے ہمراہ مختلف صوبوں کے دورے پر موجود اور عوام کے سامنے مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کی ہرزہ سرائیاں کرتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ صالح نے وزیر داخلہ اور کابل پولیس چیف کے اختیارات بھی سلب کر رکھے ہیں اور ان دونوں مناصب کے اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں۔

کابل کٹھ پتلی انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی کے قومی سلامتی کے مشیر حمد اللہ محب بھی امر اللہ صالح سے کم نہیں۔ اس لیے کہ محب کے زیر کمان بدنام زمانہ، کرائے کے قاتل، نام نہاد افغان کمانڈو فورس بھی ہے۔ محب ایک طرف میڈیا کے ذریعے افغان قوم کو دھمکیاں دے رہا ہے اور دوسری جانب پروپیگنڈوں کا سہارا لیتے ہوئے امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم کے ارکان پر بے بنیاد الزامات لگا رہا ہے، اس سلسلے میں حال ہی میں حمد اللہ محب نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے

ہوئے کہا کہ "طالبان مذاکراتی ٹیم کے اراکین نے نجی مجالس میں ہماری مذاکراتی ٹیم کے ارکان کو بتایا کہ ہمیں فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، کیوں کہ ہمارے اختیارات کسی اور کے پاس ہیں، ہمارے خاندان کے افراد ان کے قبضے میں ہیں، ہمیں اپنی مرضی کے مطابق چلنے کی کسی صورت اجازت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ "۔

امر اللہ صالح اور حمد اللہ محب کے درج بالا بیانات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایوان صدر کے مکین اشرف غنی سے لے کر ادنی فرد تک صلح اور مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ قطر میں مقیم افغانستان سے آنے والے مذاکراتی ٹیم کے ارکان اشرف غنی اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے ایماء پر جنگ بندی پر اصرار کر رہے ہیں، جو محض ایک بہانہ ہے، تاکہ اشرف غنی اپنے اقتدار کو طول دے۔ دوسری جانب ملک بھر میں نیویارک اور واشنگٹن کے کٹھ پتلی افواج نے فضائی حملوں اور گولہ باری میں شدت لائی ہے۔ جان بوجھ کر شہری آبادیوں کو بے دریغ نشانہ بنا رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں نہتے عوام شدید سردی کے موسم میں جانی و مالی نقصانات کا شکار ہیں۔ جس کی وجہ سے چالیس سالہ جنگ زدہ افغان عوام کی امیدیں خاک میں مل گئی ہیں۔ یورپ اور امریکہ سے لاکر افغان عوام پر مسلط کردہ عناصر عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ حال ہی میں ایسی رپورٹیں منظر عام پر آئی ہیں کہ نصف سے زیادہ افغان غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بڑی تعداد کو صبح و شام کا کھانا میسر نہیں ہو رہا۔ لیکن ایوان صدر سے منظر عام پر آنیوالی اطلاعات کی رو سے حکام اربوں افغان کرنسی ہر سال ان خاص کھاتوں کے ذریعے خرچ کر رہے ہیں، جن کا کوئی احتساب نہیں کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ حال ہی میں مقامی میڈیا نے رپورٹ شائع کی، کہ کابل ایئرپورٹ پر نامعلوم طیارے اترتے ہیں، وہاں سیکورٹی پر مامور اہلکاروں کی جگہ نقاب پوش مسلح افراد چارج سنبھال لیتے ہیں اور طیاروں میں بھرے سوٹ کیس و دیگر پیکٹ منتقل کیے جاتے ہیں۔ اکثر ذمہ داران کہتے ہیں کہ افغانستان سے ڈالر اور سونا بیرون ممالک سمگل کیا جارہا ہے۔ جب افغان سیاستدانوں نے اس راز سے پردہ اٹھایا، تو کابل انتظامیہ کے حکام اور ایئرپورٹ انتظامیہ نے اس پر شدید رد عمل کا اظہار کیا اور اسے بے بنیاد اور پروپیگنڈے پر مبنی عمل سمجھتے ہوئے ملک دشمن عناصر کا پروپیگنڈا کہا۔ لیکن جب امریکی تحقیقاتی ادارے سیگار نے 15 صفحات پر مشتمل اپنی تازہ ترین رپورٹ میں کابل انٹرنیشنل ایئرپورٹ سے خصوصی طیاروں میں نقد رقم وغیرہ کی سمگلنگ کی رپورٹ شائع کی، اس پر افسوس کا اظہار کیا اور اصرار کیا کہ سمگلنگ کو روکنے کی خاطر ایئرپورٹ میں نصب جدید آلات کا بھرپور استعمال کیا جائے۔ تو کابل انتظامیہ نے اس پر چپ سادھ لی اور کسی قسم کا رد عمل نہیں دے رہے۔ بات در حقیقت یہ ہے کہ کابل انتظامیہ کے حکام کی اکثریت کے خاندان بیرونی ممالک میں رہائش پذیر ہیں اور وہاں پر تعیش زندگی کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ ان میں سے چند افراد یہاں افغان قوم پر حکومت کرنے اور ان کے اثاثے اور سرمایے کو لوٹنے کی خاطر آئے ہیں۔

سعودی عرب، قطر کا اچانک بائیکاٹ

اور اب اچانک صلح، ایسا کیوں؟

تحریر: شہید زوی

خلیجی ممالک کا 41 واں سربراہی اجلاس 5 جنوری 2021 کو سعودی عرب کے شہر العلاء میں منعقد ہوا، خوش آئند امر یہ ہے کہ اس سربراہی اجلاس کا بنیادی مقصد حاصل ہو گیا اور قطر کے خلاف بائیکاٹ کا معاہدہ تین سال بعد ختم ہوا۔ اس اجلاس میں قطر کے امیر شیخ تمیم بن حمد آل ثانی کی سربراہی میں ایک اعلی سطحی قطری وفد نے شرکت کی، جس کا سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان نے ایئرپورٹ پر پرتپاک استقبال کیا۔ اگرچہ کورونا کا مسئلہ سنگین تھا اور احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی تھیں لیکن محمد بن سلمان نے مصافحہ کے دوران شیخ تمیم کو گلے لگایا، انہوں نے گرم جوشی سے استقبال کر کے عندیہ دیا کہ وہ مستقبل میں قطر کے ساتھ بہترین اور دوستانہ تعلقات چاہتے ہیں۔ محمد بن سلمان نے اپنی کار میں قطر کے امیر شیخ تمیم کو العلا کے تاریخی مقامات کی سیر کرائی، ایک ساتھ تصویر بنائی، سعودی میڈیا پل پل کی خبریں شائع کرتا رہا اور نیوز چینلز نے لائیو نشریات کا اہتمام کیا۔

سعودی عرب کے حکمرانوں اور عوام دونوں نے اس صلح پر مسرت کا اظہار کیا، قطر اور سعودی عرب کے سرکاری میڈیا نے بھرپور کوریج دی، اور سوشل میڈیا پر بھی ان دونوں ممالک کے لوگوں کے لئے کئی روز تک یہ سب سے دلچسپ اور بڑا موضوع رہا، لیکن قطر اور سعودی عرب کے علاوہ دیگر خلیجی ممالک جنہوں نے قطر سے تعلقات منقطع کر دیئے تھے، نے اتنی خوشی کا اظہار نہیں کیا جتنا کرنا چاہئے تھا۔ عمان تو پہلے ہی سے اس تنازعہ کا فریق نہیں تھا، کویت نے بھی ثالث کا کردار ادا کیا، آخر کار اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کویت کی انتھک کوششیں رنگ لائیں۔

جب 2017 میں سعودی عرب نے قطر سے تعلقات منقطع کرنے کا اعلان کیا تو متحدہ عرب امارات، مصر اور بحرین نے بھی بائیکاٹ کا اعلان کیا، تاہم حالیہ مصالحتی اجلاس میں مصر کے صدر السیسی شریک نہیں ہوئے اور ان کی نمائندگی وزیر خارجہ سامح الشکری نے کی۔ دبئی کے حکمران محمد بن راشد المکتوم اور ابو ظہبی کے ولی عہد شہزادہ محمد بن زاید النہیان نے اس اجلاس میں شرکت کی اور قطر کے امیر سے ملاقات کی، مگر ان کے اجلاس کی کوئی تصویر یا ویڈیو عرب میڈیا میں شائع نہیں کی گئی اور نہ ہی اس حوالے سے خبریں شائع کی گئیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سعودی عرب کے علاوہ دوسرے عرب ممالک امن عمل سے ناخوش ہیں اور قطر کی پالیسیوں سے مطمئن نہیں ہیں۔ قطر خلیج کونسل کا رکن ہے، خلیج کونسل میں صرف وہ عرب ممالک شامل ہیں جن کی سرحدیں خلیج فارس سے ملتی ہیں، جن میں بحرین، عراق، کویت، عمان، قطر، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب شامل ہیں۔

خلیج کے تمام ممالک کے اہم فیصلے سعودی عرب کے فیصلوں کے مطابق ہوتے ہیں اور کبھی بھی سعودی عرب کے کسی فیصلے کی مخالفت نہیں کی جاتی۔ لیکن قطر کی تمام معاشی اور خارجہ پالیسیاں سعودی اثر ورسوخ سے آزاد ہیں اور وہ اپنے تمام معاملات آزاد پالیسی کے مطابق انجام دیتا ہے، دیگر عرب ممالک اخوان المسلمین اور حماس کو دشمن کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، دہشت گرد قرار دیتے ہیں، اور ان کی سرکوبی چاہتے ہیں، لیکن قطری حکومت روز اول سے اخوان المسلمون اور حماس کی جدوجہد کو جائز سمجھتی ہے، اور ان دونوں تنظیموں کے کچھ اہم رہنماؤں کو اپنے ملک میں پناہ بھی دے رکھی ہے، کیونکہ قطر کے حکمران اصول پسند ہیں، وہ حق کو کسی کی خوشنودی کے لئے چھپانا چاہتے ہیں اور نہ ہی ان کے مطالبات کو حق پر ترجیح دیتے ہیں۔

عرب ممالک کے حکمران اخوان المسلمین کو اپنے لئے ایک خطرہ سمجھتے ہیں کیونکہ وہ قوم پرستی اور بعثیت پسند نظریہ کے خلاف جدوجہد اور اسلامی نظام کا مطالبہ کر رہا ہے، اس لئے وہ نہ صرف اس کے مخالف ہیں بلکہ اس کو کچلنے کی کوشش کر رہے ہیں، اس لئے اخوان المسلمین ہمیشہ ان ممالک میں زیر عتاب رہی ہے، اور طویل کوششوں اور قربانیوں کے باوجود اس کو ابھی تک یہ کامیابی نہیں ملی ہے کہ کسی عرب ملک میں سیاسی نظام تبدیل کر سکے۔ اگر امریکہ اس تنظیم کو دہشت گردوں کی فہرست میں

شامل کرتا ہے تو سعودی عرب سمیت بہت سارے عرب ممالک اس فیصلے کا خلوص دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

کچھ سال پہلے محمد مرسی انتخابات کے ذریعے مصر کے صدر منتخب ہوئے، جو مغربی دنیا کے نزدیک اقتدار میں آنے کا سب سے مقبول طریقہ ہے اور وہ صرف عوام کی رائے سے منتخب ہونے والی حکومت کو ایک جائز اور قانونی حکومت سمجھتی ہے لیکن جب ایک سال بعد جنرل السیسی نے فوجی بغاوت کے تحت اقتدار پر قبضہ کیا تو کچھ مغربی ممالک نے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے منافقانہ انداز سے فوجی بغاوت کی مذمت کی مگر عرب ریاستوں نے اس غلط اقدام کی تعریف کی، جب السیسی نے مصر کے مظلوم مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا اور خواتین سمیت ہزاروں افراد کو جیلوں میں ڈالا تو عرب حکمرانوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا، جنرل السیسی کے ان اقدامات کا خیر مقدم کیا اور اربوں ڈالر کی امداد کا اعلان کیا۔ بظاہر تمام عرب ممالک یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے قبلہ اول کو یہودیوں کے کنٹرول سے آزاد کرانا چاہتے ہیں اور یہ ان کا واحد مقصد ہے، شیخ یاسین رحمہ اللہ نے قبلہ اول کی آزادی کے لئے حماس کو قائم کیا تھا جو اسرائیل کے خلاف مقدس اور موثر مسلح جدوجہد میں مصروف عمل ہے، اور غزہ کے مسلمانوں نے اس مقدس جدوجہد کی کامیابی کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں، مسلمانوں کے علاوہ بہت ساری ایسی غیر مسلم ریاستیں بھی ہیں جو حماس کی جدوجہد کو صحیح اور اقوام متحدہ کے اصولوں کے مطابق سمجھتی ہیں۔

چونکہ حماس کی تنظیم اسلامی نظام اور جہاد کی بات کرتی ہے اس لئے عرب حکمران اس کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس تحریک اور اخوان المسلمون کے نظریات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے، اس لئے وہ ہر شعبے میں اس کے مخالف ہیں، یہاں تک کہ اگر اسرائیل اس کے حامی مظلوم فلسطینی شہریوں پر مظالم ڈھاتا ہے تو بھی وہ خوش ہوتے ہیں، غزہ پر اسرائیلی بمباری کے ایک مہینے سے زیادہ عرصے کے نتیجے میں پورا غزہ تباہ ہو گیا اور ہزاروں مظلوم مسلمان جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے، شہید اور زخمی ہو گئے، ان عرب حکمرانوں نے کبھی اس کی مذمت نہیں کی، کئی برس سے اسرائیل نے غزہ شہر کا گھیراؤ کر رکھا ہے، لیکن عرب حکمرانوں کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے خلاف کوئی آواز اٹھاتا ہے۔

عرب دنیا میں اور خاص طور پر خلیجی ممالک میں قطر واحد ملک ہے جس کی حماس اور اخوان المسلمین کے بارے میں پالیسی سعودی عرب اور دوسرے عرب ممالک کے ماتحت نہیں ہے، وہ ان میں سے کسی کو بھی دہشت گرد تنظیم نہیں سمجھتا ہے اور نہ ہی اب تک اس نے ان کے خلاف کسی کے ناجائز اقدامات کی تائید کی ہے، جب بھی ان تنظیموں کے رہنماؤں نے قطر میں پناہ لینے کی کوشش کی ہے، قطر نے پناہ دی ہے اور انہیں اعزاز دیا ہے، قطر کی جانب سے سیاسی پناہ دینا بین الاقوامی اصولوں کے خلاف نہیں ہے اس لئے مغرب نے بھی کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا ہے اور نہ ہی اس نے کبھی قطر سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے ملک سے حماس یا اخوان المسلمون کے رہنماؤں کو بے دخل کرے۔ تاہم سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مصر اور بحرین جیسے عرب ممالک قطر میں ان تنظیموں کے رہنماؤں کی موجودگی کو دہشت گردی کے ساتھ قطر کا تعاون سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں قطر سے بے دخل کر دیا جائے۔

مختصر یہ کہ اخوان المسلمون اور حماس کے بارے میں سعودی پالیسی پر عمل نہ کرنا ہی سعودی عرب اور دوسرے عرب ممالک کی ناراضگی اور قطر کے خلاف بائیکاٹ اور لاتعلقی کی پہلی اور اہم وجہ تھی۔ قطر کے بارے میں شیخ تمیم نے امید ظاہر کی تھی کہ قطر سوئٹزرلینڈ کی طرح مشرق وسطی کا غیر جانبدار ملک ہوگا۔ قطر کا الجزیرہ ٹی وی چینل امریکہ کے سی این این نیوز چینل کے طرز پر بنایا گیا ہے جو عربی اور انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی خبروں کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے، بہت کم ایسی خبریں ہوں گی جو اس چینل سے مس ہو جاتی ہیں، اس لئے اس کے تجزیوں اور تبصروں کا عرب دنیا پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

اس ٹی وی نے جو آزاد صحافت کی حیثیت حاصل کی ہے وہ عرب دنیا میں بے مثال ہے اور بہت ہی کم عرصے میں اس نے بے مثال مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ الجزیرہ چینل خلیجی ریاستوں کے بارے میں اچھی اور آزادانہ رپورٹس نشر کرتا ہے، سعودی عرب اور دیگر خلیجی ریاستوں نے اس پر ہمیشہ تشویش کا اظہار کیا ہے کہ ٹی وی چینل ان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے اور ملک کی سلامتی اور استحکام کو خطرے میں ڈال رہا ہے، لہٰذا قطر کو اس کے خلاف کارروائی کرنی چاہئے، تاہم قطر نے ہمیشہ آزادی صحافت پر قدغن نہ لگانے کی اصولی پالیسی اختیار کی ہے اور ان کے اعتراضات کو مسترد کر دیا ہے۔

الجزیرہ ٹی وی قطر اور دیگر خلیجی ریاستوں کے درمیان کشیدگی کی ایک اور مستقل وجہ ہے۔ قطر ایران کو دشمن کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے اور نہ ہی سعودی عرب اور دوسرے خلیجی ممالک کی طرح اس کے ساتھ سلوک کرتا ہے، جو سعودی عرب سمیت تمام خلیجی ممالک کے لئے ناراضگی کی ایک اور بڑی وجہ ہے۔

پچھلے 15 برس سے ایران اور اس کے ہم خیال قوتوں کو پورے خطے میں آزادانہ طور پر سرگرمیوں کی اجازت دی گئی ہے، جس کی وجہ سے یمن سے شام تک خونی جنگ کا آغاز ہوا اور پورے خطے کو غیر مستحکم کر دیا گیا۔ دوسری طرف امریکہ اور دیگر مغربی طاقتوں نے اوبامہ انتظامیہ کو ایرانی جوہری معاملے پر اس کے ساتھ کسی سمجھوتے پر راضی کرنے کے لئے قائل کیا، جس کی وجہ سے ایرانی حکومت شدید غلط فہمی کا شکار ہوئی، ایران نے سمجھا کہ امریکہ جیسی سپر طاقت بھی اس کے سامنے جھک جانے پر

مجبور ہوگئی، اس نے خطے میں ایران کی طاقت کو تسلیم کیا، جب اوباما کی حکمرانی کا خاتمہ ہوا تو سب جان گئے کہ ایران کے ساتھ معاہدہ بظاہر معاہدہ لیکن حقیقت میں ایک سراب تھا، ٹرمپ نے اس کی دھجیاں اڑادیں۔

خطے میں ایران کو آزادانہ سرگرمیوں کا موقع فراہم کرنے کی وجہ سے اس کا اثر و رسوخ لبنان کے بعد عراق، یمن اور شام تک پھیل گیا، یہاں ایران کی ملیشیا جنگ میں شامل ہوگئی اور ایران کے وفاداروں نے ان ممالک سے خطے کے دیگر ممالک کو دھمکیاں دینا شروع کردیں۔ لہذا سعودی عرب سمیت تمام سنی عرب ممالک نے ایران کو اپنے لئے اصل خطرہ اور حقیقی دشمن قرار دیا اور آپس میں اس بات پر اتفاق کیا کہ ان کی سلامتی کے لئے اسرائیل نہیں بلکہ ایران سب سے بڑا خطرہ ہے، اسی وجہ سے ایران اور اس کے نظریے کے خلاف سب متحد ہوگئے اور ایک اتحاد قائم کیا، ایران سے تحفظ کے لئے اسلحہ بھی خریدا جارہا ہے، امریکہ کے ساتھ قربت اور دوستی اس بات کی علامت ہے کہ امریکہ اب بظاہر ایران کا مخالف ہے اور یو لگتا ہے کہ امریکہ خطے میں ایران کا اثرورسوخ روکنا چاہتا ہے۔

اس بناء پر سنی عرب ممالک کے درمیان اختلافات اور کشیدہ تعلقات مشرق وسطی کی سلامتی اور استحکام کے لئے سب سے خطرناک ہیں۔ ٹرمپ نے ریاض میں کھڑے ہو کر ایران کو سب سے بڑا خطرا قرار دیا تھا، جو ان کی دوغلی پالیسی کا حصہ ہے، یہ باتیں وہ واشنگٹن میں کیوں نہیں کرتے؟ ان عوامل کی وجہ سے سعودی عرب اور دیگر خلیجی ریاستیں قطر سے ناراض تھیں اور 2014 میں قطر کے ساتھ خلیجی ریاستوں کے اختلافات اس حد تک بڑھ گئے کہ سعودی عرب، بحرین اور متحدہ عرب امارات نے قطر کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کردیئے۔ تاہم کویت کے امیر شیخ صباح جو امیر قطر کے ساتھ اچھے ذاتی تعلقات رکھتے تھے، نے ثالث کا کردار ادا کیا اور ان کی 8 ماہ کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں صورتحال واپس معمول پر آگئی اور ان ممالک کے درمیان تعلقات دوبارہ بحال ہوگئے۔ لیکن اس بار یہ بائیکاٹ اتنا غیر متوقع اور حیرت انگیز تھا، جیسا کہ قطر کے خلاف اعلان جنگ ہوا تھا۔

بغیر کسی انتباہ یا اطلاع کے راتوں رات قطر کے خلاف فیصلے کا اعلان ہوا اور اسی رات اس پر عمل درآمد شروع ہوا، سفارت کاروں کو اپنے ممالک طلب کیا گیا، دوطرفہ تجارتی سرگرمیوں کو معطل کردیا گیا، بارڈرز بند ہوگئے، فضائی ایئرلائنز کے استعمال پر پابندی عائد کردی گئی، اور سعودیہ کے زیر قیادت اسلامی فوجی اتحاد سے قطر کو نکال دیا گیا، حالانکہ دمشق جنگ میں قطر سعودی عرب کا اہم اتحادی تھا، اس فیصلے سے بیس دن قبل 20 مئی 2017 کو سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں ایک اجلاس ہوا،، جس میں جمع ہونے والے تمام عرب رہنماؤں کو ایران مخالف سمجھا جاتا تھا، جس میں قطر کے امیر شیخ تمیم بن حمد الثانی نہ صرف موجود تھے بلکہ وہ ان رہنماؤں میں شامل تھے جنہیں مہمان خصوصی ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ ملاقات کا موقع بھی دیا گیا تھا، شیخ تمیم نے سعودی عرب کے شاہ سلمان اور ان کے بیٹے محمد بن سلمان کی پیشانی پر ناراضگی کی کوئی علامت نہیں دیکھی، لیکن 20 دن بعد قطر کے ساتھ تعلقات اس قدر بگڑ گئے کہ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور مصر سمیت سات عرب ممالک نے قطر کے ساتھ تعلقات منقطع کردیے۔

[illegible]

اچانک ایسا کیوں ہوا؟

حقیقت یہ ہے کہ قطر کو سعودیہ کے اثرورسوخ سے آزاد کرنا اور اپنی مرضی کے مطابق اپنی خارجہ پالیسی پر عمل کرنا سعودی حکمران کے لئے قابل قبول نہیں تھا، اس لئے انہوں نے پہلے بھی ایک بار قطر سے تعلقات منقطع کرکے اس کے خلاف سنجیدہ اقدامات اٹھانے کا مطالبہ کیا تھا لیکن چونکہ قطر کے ساتھ امریکہ کے تعلقات اچھے تھے اور اوباما انتظامیہ کے دوران امریکہ اور ایران کے تعلقات میں قدرے بہتری آئی تو سعودی عرب نے قطر کے خلاف کوئی اقدام اٹھانے سے گریز کیا، لیکن جب اوباما انتظامیہ کا دور ختم ہوا اور ٹرمپ نے ریاض کانفرنس میں شرکت کے لئے سعودی عرب کا دورہ کیا تو یہاں سے صورتحال خراب ہوئی، ریاض میں کھڑے ہو کر ٹرمپ نے ایران پر الزام لگایا کہ وہ خطے میں دہشت گردی کو فروغ دے رہا ہے، انہوں نے ایران کے بارے میں سعودی پالیسی کی تائید کی، یہ سعودی عرب کو ایک

واضح پیغام تھا کہ وہ قطر کے خلاف کارروائی کرے کیونکہ قطر کے ایران کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں۔

بائیکاٹ کے بعد ٹرمپ نے کہا کہ قطر کے ساتھ بائیکاٹ ان کے دورہ سعودی عرب کا ثمرہ ہے کیونکہ وہاں دہشت گردی کی سرپرستی کرنے والے ممالک کے خلاف سلسلہ وار اقدامات اٹھانے پر گفتگو ہوئی تھی جس پر عمل درآمد شروع ہوا۔ سعودی عرب نے بھی واضح طور پر کہا تھا کہ قطر ایران کے ساتھ مل کر دہشت گرد گروہوں کی حمایت کرتا ہے۔ ریاض کانفرنس میں کی جانے والی تقاریر اور اعلانات میں ایران کو یمن سے شام تک تمام جنگوں اور بدترین صورتحال کا ذمہ دار ٹھہرایا اور اوباما انتظامیہ کے دوران امریکہ کی طرف سے ایران کے بارے میں جو نرم پالیسی اختیار کی گئی تھی، ٹرمپ نے اس کو مسترد کر دیا اور ایک بار پھر واضح اعلان کیا کہ ایران امریکہ کا کھلا دشمن ہے۔

اب جب امن بحال ہوا ہے اور صورتحال معمول پر آ گئی ہے تو یہ خوش آئند ہے لیکن اہم سوال یہ ہے کہ جون 2017 میں جب قطر کے ساتھ بائیکاٹ کا اعلان ہوا تھا اس وقت ان کے درمیان تعلقات دوبارہ بحال کرنے کے لئے سعودی عرب نے 13 شرائط پیش کی تھیں جن میں ایران کے ساتھ سفارتی تعلقات کم کرنا، الجزیرہ ٹی وی بند کرنا، ترکی کے ساتھ فوجی معاہدوں کو منسوخ کرنا، اخوان المسلمون اور حماس کے ساتھ تعلقات ختم کرنا، دونوں تحریکوں کے رہنماؤں کو قطر سے بے دخل کرنا جیسے نکات شامل تھے لیکن قطر نے ایک شرط بھی قبول کرنے پر آمادگی ظاہر نہیں کی، پھر کس بنیاد پر سعودی عرب نے قطر کے خلاف بائیکاٹ ختم کرنے کا اعلان کیا؟

اہم بات یہ ہے کہ خطے کے بارے میں سعودی عرب کی موجودہ پالیسی بری طرح ناکام ہو چکی ہے جس کی بڑی وجہ امریکہ کی منافقت اور امریکہ کے بارے میں سعودی عرب کی غیر ضروری خوش فہمی ہے، امریکہ ایران کو اپنا دشمن سمجھتا تھا لیکن امریکہ کی موجودگی میں لبنان، عراق، شام اور یمن میں ایران کا اثر و رسوخ بڑھ گیا، سعودی عرب میں امریکی اینٹی میزائل سسٹم موجود ہے اور اس کے بدلے میں سعودی عرب ہر ماہ امریکہ کو لاکھوں ڈالر ادا کرتا ہے لیکن اس کے باوجود سعودی عرب پر میزائل حملے ہوتے ہیں اور ارامکو جیسی سعودی کمپنیوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے جو سوالیہ نشان ہے۔ قطر کے خلاف کارروائی پر سعودی عرب کو اکسایا گیا، بائیکاٹ پر سعودی اقدام کی تعریف کی گئی لیکن اس نے خود قطر کے ساتھ تعلقات پہلے سے بھی بہتر بنائے، دوحہ میں امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات اور اس کے بعد وہاں ایک تاریخی معاہدے پر دستخط نے قطر کو بین الاقوامی حیثیت دی مگر سعودی عرب تنہائی کا شکار ہوا۔

اس کے علاوہ قطر تین اطراف سے خلیج فارس سے ملحق ہے، تین اطراف میں سمندری ساحل سے اس کی سرحدیں ملتی ہیں صرف سعودی عرب کے ساتھ وہ زمینی راستہ سے منسلک ہے، اور تقریباً 50 فیصد خوراک اور دیگر ضروریات اسی راستہ سے درآمد کرتا تھا، کیونکہ یہ اس کے لئے سب سے سستا راستہ تھا، سعودی عرب سمجھتا تھا کہ اس پابندی سے جلد قطر میں قحط پڑ جائے گا۔

قطر کی فضائی کمپنی جو دنیا کی سب سے بڑی ایئرلائن ہے اور قطر کی معیشت کا اہم وسیلہ ہے، سعودی عرب، بحرین اور متحدہ عرب امارات کی پابندی کے بعد قطر محاصرے میں آ گیا اور ایران کے علاوہ تمام فضائی راستے اس پر بند ہو گئے، مذکورہ ممالک کو توقع تھی کہ قطر کو اس پابندی کی وجہ سے شدید معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہمارے تمام مطالبات کو ضرور ماننے پر مجبور ہو جائے گا۔

قطر نے ان ممالک کے خلاف سخت زبان استعمال کرنے اور مدمقابل آنے سے گریز کیا، زبانی تنازعات میں وقت ضائع کرنے، اپنے مخالفین کی مخالفت میں اضافے اور اپنے لئے مزید مشکلات پیدا کرنے کی بجائے خاموشی کو ترجیح دی، اس نے اپنی ساری توجہ معاشی مشکلات سے بچنے اور اپنے نظام کو اچھے انداز میں چلانے پر مرکوز کی اور اس کے ساتھ وہ اپنے موقف پر بھی مضبوطی سے قائم رہا، اس نے ان کے کسی دباؤ کے سامنے سر نہیں جھکایا اور اپنے معقول موقف کا دفاع کیا اور دنیا میں بھی اپنی حمایت بڑھانے کے لئے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔

قطر کے خلاف یہ سارے اقدامات ایران کے ساتھ اس کے اچھے تعلقات کی وجہ سے ہوئے تھے، ایران نے بھی اپنے حریفوں کے منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے سنجیدہ کوششوں کا آغاز کیا اور قطر کے ساتھ اپنے تعلقات کو مزید وسعت دی، ایران کی وزارت خوراک نے ایک کامیاب منصوبے کے تحت سمندر کے راستے قطر کو زیادہ خوراک اور دیگر ضروریات کی درآمد شروع کی، سعودی عرب اور اس کے اتحادیوں کو توقع نہیں تھی کہ ایسا ہوگا، لیکن قطر کو قحط کا سامنا کرنا پڑا اور نہ ہی معاشی بحران کا۔

باوجودیکہ قطر کے خلاف بائیکاٹ کا اقدام اور پھر ساڑھے تین برس تک اس کو برقرار رکھنا ایک نامناسب کام تھا لیکن اب سعودیہ نے اس حوالے سے سنجیدگی کا مظاہرہ کیا، کویت نے اس کے لئے ثالث کا کردار ادا کیا، سعودیہ اور اس کے اتحادیوں کو کڑی شرائط سے دستبردار کروا کے ماحول کو سازگار بنایا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ممالک امریکہ کی منافقت اور ان کے مابین پائے جانے والے اختلافات کے نقصانات سمجھ گئے ہیں، اور وہ آپس کے اختلافات سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں جو کہ اچھی بات ہے۔ ایران، سعودی عرب اور مشرق وسطی کے تمام اسلامی ممالک سے پوری اسلامی دنیا کی امید یہ ہے کہ وہ اب استعماری قوتوں کے مذموم مقاصد کو پورے کرنے نہیں دیں گے، ان کی سازشوں کا حصہ نہیں بنیں گے، ایک دوسرے کے خلاف دشمنی کی تباہ کن روش کو چھوڑ دیں گے، تمام فریق حقائق کو تسلیم کریں گے، حق کو قبول کریں گے، مشرق وسطی میں تنازعات، عدم تحفظ اور خانہ جنگی کے خاتمے کے لئے مخلصانہ کردار ادا کریں گے، اتحاد پیدا کرنے اور مزید جنگوں اور تنازعات کو روکنے کے لئے کام کریں گے۔

◊◊◊

ملا جیلانی آخند شہید (معروف بہ حاجی ہیواد) کی حیات پر ایک نظر

تحریر: قاری عبدالستار سعید

وہ نوجوان جس نے فیروز کوہ کے سنگلاخ وادی میں آنکھ کھولی، ہلمند کے دشت وبیابان میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کے جفاکش سفر کو اختیار کر کے ہندوکش کے دامن میں پہنچے، افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد ہلمند کے ضلع واشیر سے جہاد کا علم بلند کیا، 16 سال تک طاغوتی اور دجالی لشکر کے خلاف سینہ سپر رہے اور ایک دن کسی معرکے میں ایسی حالت میں دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوئے جب جسم زخموں سے چور اور حرکت کے قابل نہیں تھا۔ یہ قہرمان مجاہد جس کا شہید جسد دشمن کی جیل سے نکلا، ملا جیلانی آخند کے نام سے موسوم تھے۔

جو ہلمند کے جہادی معرکوں میں (حاجی ہیواد، حاجی جانان او حاجی غمی) کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ اس بہادر مجاہد کی زندگی کے اوراق پلٹیں اور کچھ لمحوں کے لیے یہیں رک جائیں:

شہید ملا جیلانی آخند کا تعارف:

شہید حاجی ہیواد جس کا اصل نام ملا جیلانی ہے، ملا غلام فاروق کے بیٹے اور تایمنی قوم سے تعلق رکھتے تھے، آپ نے 1976ء کو صوبہ غور کے ضلع تیوری میں قریہ جوی سوراخ کے ایک دیندار گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ان کا خاندان علماء کا خاندان تھا۔ ان کے والد اور چچا علماء اور مدرسین تھے۔ اس لیے انہوں نے بھی ابتداء دینی علوم سے ہی کی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور چچاؤں سے حاصل کی۔ روس کے خلاف ہونے والے جہاد کے آخری دور میں ان کے خاندان نے بصوبہ غور سے صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی نقل مکانی کی۔ ملا جیلانی اس وقت نوجوان تھے جب وہ علم کے حصول کے لیے پابہ رکاب ہوئے اور پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے کوئٹہ شہر تشریف لے گئے۔

دینی تعلیم اور جہادی زندگی کی ابتداء:

جس وقت پاکستان میں پانچ ملین سے زائد افغان مہاجرین قیام پذیر تھے۔ اس وقت پاکستان کے صوبہ بلوچستان اور صوبہ خیبر پختونخوا کے متعدد مہاجر کیمپوں میں سینکڑوں دینی مدارس بھی فعال تھے۔ ملا جیلانی اخند نے انہیں مدارس میں اپنی تعلیم شروع کی۔ زیادہ وقت کوئٹہ شہر کے اندر ایک مسجد میں رہے جس کے امام مولنا محمد ابراہیم صاحب ہوا کرتے تھے اور وہی پڑھایا کرتے تھے۔

اسی دوران افغانستان میں اندرونِ خانہ فسادات اور خانہ جنگی کے سد باب اور خاتمہ کے لیے طالبان کی اسلامی تحریک قندہار سے شروع ہوئی۔ ابھی چند ماہ کا عرصہ گزرا تھا اور طالبان نے افغانستان کے جنوبی اور جنوب مشرقی صوبوں پر اپنا کنٹرول قائم کیا تھا۔ صوبہ ہرات کی طرف ان کی پیش قدمی جاری تھی کہ ملا جیلانی بھی اپنی تعلیم مؤخر کرتے ہوئے ایک مجاہد کی حیثیت سے طالبان کی صفوں سے جاملے۔

امارتِ اسلامیہ کی صفوں میں جہادی خدمت:

ملا جیلانی نے اسلامی تحریک میں جہادی سفر ہرات کی جہادی صفوں سے شروع کیا۔ جہاں موصوف مولوی عبدالقدیر صاحب کی قیادت میں جہادی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔ نیمروز کی فتح کے بعد وہاں کچھ عرصہ کے لیے رہے اور شہید ملا نور الحق آخند کی سربراہی میں کچھ عرصہ عسکری اور دفاعی شعبہ میں اور پھر تعلیم کے شعبہ میں عوام کی خدمت انجام دیتے رہے۔

اس کے بعد انہوں نے ہلمند کے "جہادی مدرسہ" میں پھر سے تعلیم جاری رکھی اور جب بھی اس جہادی مدرسے سے جہاد کے لیے کوئی تشکیل ہوتی تو اس میں ملا جیلانی کا نام ضرور ہوتا۔ اس سلسلہ میں ملا جیلانی اس کاروان میں شامل تھے جس نے سالنگ

تنل سے نکل کر صوبہ بغلان فتح کیا اور پھر صوبہ قندز کا محاصرہ کیا۔ اس محاصرے کے دوران ملاجیلانی پہلی دفعہ زخمی ہوئے اور سات ماہ تک وہیں قندز میں رہے۔ شمال کی جانب عظیم فتوحات جو صوبہ فاریاب سے شروع ہو کر صوبہ جوزجان، سرپل، مزار شریف، سمنگان اور صوبہ بغلان کے دوشی اور درہ کیان تک پھیل گئیں ان میں ملاجیلانی صوبہ ہلمند کے جہادی مدرسہ کی تشکیل سے وابستہ ہو کر تشکیل کے سربراہ مولوی حبیب اللہ کی سربراہی میں اس جہادی کاروان کا حصہ رہے۔ اس کے بعد موصوف قندوز میں کافی عرصہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے برسرپیکار رہے اور صوبہ تخار کی دوسری فتح تک اس میں شامل رہے۔

امارت اسلامیہ کے دور اقتدار کے آخری دنوں میں موصوف صوبہ ہرات میں جہادی خدمات سے وابستہ ہوگئے اور وہیں اپنے ساتھیوں کے سربراہ مقرر کیے گئے۔ جہاں سے وہ مختلف مقامات پر جہادی لشکر کے لیے امداد روانہ کرتے۔ متعدد مرتبہ قریبی صوبے غور اور دیگر مقامات پر مخالفین کی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لیے تشکیلات بھی بھیجتے رہے۔

امریکی حملے کے ابتداء میں جب ملک کے مختلف شہروں میں مخالفین اور امریکی غلام یورش کرتے رہے تو ہرات بھی اس یورش سے محفوظ نہ رہا اور متعدد مقامات پر غازی محمد اور تورن اسماعیل کی سربراہی میں حملے شروع ہوگئے، جن میں ھرات کے مشرقی اضلاع پشت زرغون، کرخ اور اوبی شامل ہیں۔

ملاجیلانی اخند نے ان حملوں کی روک تھام کے لیے اپنے ساتھیوں سمیت مذکورہ اضلاع کا سفر کیا۔ طاقچہ، تاغون کوہ اور گروہ کے علاقوں میں امریکی غلاموں کو بار بار پسپا کیا۔ اسی دوران موصوف شہید کو ضلع کرخ کی ذمہ داری بھی سونپی گئی۔ اس وقت جب کہ موصوف کرخ میں ہی مقیم تھے مزار شریف اور دیگر شمالی صوبوں کے سقوط کے بعد ہرات شہر کے بیچوں بیچ جنگ شروع ہوئی، ملاجیلانی اخند اپنے ساتھیوں سمیت ہرات مرکز آگئے۔ مگر چونکہ ہرات شہر میں جنگ زوروں پر تھی، فضاء سے امریکی لڑاکا طیارے شدید بمباری کر رہے تھے اس لیے طالبان نے ھرات سے مضافاتی ضلع شین ڈنڈ کی طرف عقب نشینی کی۔ اس کے ایک دن بعد ہلمند اور اگلے دن قندہار لوٹ آئے۔ پھر قندھار میں بیس دن لگاتار امریکی غاصبین اور ان کے کٹھ پتلیوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔

قندہار میں جارحیت پسند امریکی فورسز کے مقابلہ اور معرکہ کی کمانڈ خود امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کر رہے تھے۔ جس جانب بھی ضرورت ہوتی وہاں مجاہدین بھیج دیتے۔ ملاجیلانی شہید کے رفیق حاجی بشیر کا بیان ہے کہ ان دنوں ہم ضلع پنجوائی اور شہر کے دیگر علاقوں میں بار بار گئے تاکہ امریکی افواج پیدل اتر آئے اور ہمارے حملے کی زد میں آسکیں۔ پھر امیر المؤمنین کے حکم پر ہم ضلع ارغستان اور معروف چلے گئے۔ ارغستان کی جانب سے گل آغا شیرزئی امریکی حصار میں قندہار کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ ہم نے ان کا راستہ روکا اور کئی دفعہ دوبدو لڑائی میں اسے بھاگنے پر مجبور کیا جس پر گل آغا شیرزئی نے معروف کا راستہ تبدیل کر کے تختہ پل کا انتخاب کیا۔ ملاجیلانی مسلسل معروف میں رہے یہاں تک کہ طالبان نے قندہار سے عقب نشینی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد ملاجیلانی ہلمند کے ضلع ناد علی میں واقع اپنے گھر لوٹ گئے۔

امریکی استعمار کے خلاف جہاد:

امریکی جارحیت کے پہلے سال ملاجیلانی آخند کچھ عرصہ ہلمند کے مرکز لشکر گاہ کے بولان نامی علاقہ میں ایک مسجد میں امامت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ پھر ضلع موسی قلعہ چلے گئے اور وہاں مقیم شیخ مولوی لعل محمد صاحب کے مدرسہ میں دینی تعلیم جاری رکھی۔ دوسرے سال انہوں نے ضلع ناد علی میں اپنے پرانے ساتھیوں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ مزید کیا کرنا ہے اور امریکا کے خلاف جہاد کیسے شروع کرنا ہے؟

موصوف کے دیرینہ ساتھی حاجی بشیر کا کہنا ہے کہ اس مجلس میں جہاد شروع کرنے پر اتفاق ہوا، پھر میں اور ملاجیلانی نے ایک موٹر سائیکل خرید کر ضلع واشیر کی راہ لی۔ واشیر کے پہاڑوں کا انتخاب اس لیے کیا تاکہ اپنے جہادی مرکز اور پناگاہ کے لیے مناسب جگہ ڈھونڈلیں۔ واشیر کے پہاڑ ہمیں بھاگئے۔ ایک جگہ کو ہم نے مرکز کے طور پر منتخب کرلیا۔ پھر ہم نے اسی پہاڑ پر رہائش پذیر خانہ بدوشوں کے خیمے دیکھے، ان سے ملاقاتیں ہوئیں تو یہ راز کھل گیا کہ وہ بھی بیرونی اور کفری جارحیت کے خلاف جذبات رکھتے ہیں۔ اور اسی بنیاد پر انہوں نے ہمیں اپنی حمایت کی یقین دہانی کرائی۔

اس کے بعد ہم نے انہیں پہاڑوں میں بڑے بڑے پتھروں کے درمیان ایک سائبان بنایا اور اسی کو پہلا مرکز بنایا۔ پھر ہم نے برتن، کھانے کا سامان، آٹا، گھی، چائے وغیرہ کے لیے چندہ شروع کیا، چند ساتھی اور بھی مل گئے اور اس پہاڑ پر قائم جہادی مرکز فعال کیا۔

امریکی جارحیت کے تیسرے سال ملک میں پہلی دفعہ انتخابات کے لیے تیاریاں جاری تھیں۔ اس وقت تک ہمارے ساتھیوں کی تعداد دس تک بھی نہیں پہنچی

تھی۔اور اب تک ہم نے کوئی باقاعدہ جہادی کارروائی بھی نہیں کی تھی۔ایک دن ہم دو گاڑیوں میں کہیں جا رہے تھے کہ ہماری نظر ہرات کی طرف جانے والی سڑک پر رواں سرکاری قافلہ پر پڑی جو بارہ گاڑیوں پر مشتمل تھا۔جس پر ہم نے اس کی ریکی شروع کر دی اور اس کے سامنے سے گزر کر دلارام کے علاقہ میں اس کے لیے گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ہم نے قافلے پر حملہ کیا چونکہ قافلے کے ساتھ حفاظتی دستے کچھ زیادہ نہیں تھے اس لیے حملے میں قافلے کی اکثر گاڑیاں تباہ ہو گئیں اور کافی افراد کام آئے۔

اس حملے کے کچھ عرصہ بعد ایک رات ہم نے ہلمند کے ضلع واشیر کے مرکز پر حملہ کر دیا۔مرکز پر قبضہ کر کے دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔امریکی افواج اور ان کے کٹھ پتلیوں نے ہمارے خلاف وسیع آپریشن شروع کیے اور پہاڑوں میں واقع ہمارے مورچوں تک آگئے، مگر ہم نے جگہیں تبدیل کیں اور ساتھیوں کو روپوش ہونے کی ہدایت کی جس سے وہ محفوظ رہے۔ ملا جیلانی آخند کی سربراہی میں انہیں دنوں مجاہدین نے ضلع واشیر اور ضلع دلارام کے مضافات میں بار بار دشمن پر حملے کیے۔شوراب کے علاقے میں کئی دفعہ دشمن کے چیک پوسٹ فتح کیے اور بھاری مقدار میں مال غنیمت حاصل کیا۔واشیر کے پہاڑوں میں جو خفیہ مرکز قائم کیا گیا تھا وہ چار سال تک قائم رہا۔پھر جب بستیوں اور دیہی علاقوں میں رہنا میسر ہوا اور دشمن مضافاتی علاقوں سے فرار پر مجبور ہوا تو مجاہدین نے وہ مرکز چھوڑ کر نشیبی علاقوں میں پڑاو ڈال دیا۔

ایک عجیب اتفاق:

جب امریکا کے خلاف جہاد کو کئی سال گزرے تو اس وقت شہید حاجی ہیواد کے پہاڑی جہادی مرکز میں مجاہدین کی تعداد کافی بڑھ گئی تھی اور درجنوں تک پہنچ چکی تھی۔حاجی بشیر بتاتے ہیں کہ ایک دن امریکی طیارے بہت کثرت سے اڑان بھرے ادھر ادھر چکر لگا رہے تھے۔ مگر اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ ان کا نشانہ کس سمت ہے؟اسی وقت ناگہانی طور پر حاجی ہیواد شہید نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ چلو واشیر ضلعی مرکز پر حملہ کرتے ہیں!جب کہ ہم جہاں مقیم تھے وہاں سے واشیر مرکز بارہ گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ مگر چونکہ حکم تھا اس لیے ساتھی روانہ ہو گئے اور مغرب تک ضلعی مرکز کے قریب پہنچ گئے۔شام کو ہم نے دشمن پر دھاوا بول دیا، ضلعی سربراہ سمیت متعدد غلام کارندے کام آگئے۔ ضلع فتح ہو گیا اور مجاہدین کو بے شمار غنائم ہاتھ آگئے۔اگلی صبح کو ہمیں پتہ چلا کہ دشمن کے طیاروں نے ہمارے مرکز پر بہت بڑا چھاپہ مارا ہے اور اندھا دھند بمباری کی ہے۔پھر متعدد جگہوں پر اپنی پیدل افواج اتار کر مرکز اور مجاہدین کو محاصرے میں لے کر ختم کرنے کی کوشش کی، لیکن چونکہ ہم مرکز چھوڑ کر اپنے کام سے گئے تھے اور مرکز پر صرف دو مجاہدین پہرہ دینے کے لیے موجود تھے۔ ان دو مجاہدین نے بھی پہاڑ کے کسی گوشہ میں جائے پناہ ڈھونڈ لی تھی اس لیے امریکی افواج کی یہ بڑی کارروائی اور عظیم آپریشن ناکامی سے دوچار ہوا اور حسن اتفاق کہ ہم بھی محفوظ رہے۔بلکہ ہم نے دوسری طرف ضلعی مرکز پر کامیاب کارروائی بھی کی۔امریکی سپاہ چند دن وہاں پڑاو ڈالے ہوئے تھی۔ ہمیں خانہ بدوش لوگ پل پل کی خبریں بتاتے رہے، جب امریکی فورسز چلی گئیں تو ہم واپس اپنے مرکز لوٹ گئے اور پرانی جگہ دوبارہ بحال کر دی۔

ہلمند کی ہر چوٹی کا مجاہد:

ہلمند افغانستان کا وہ سب سے بڑا صوبہ ہے جو اس ملک کے دسویں حصے پر مشتمل ہے۔ یہ صوبہ جہادی لحاظ سے بھی سب سے زیادہ مشہور اور غیور مجاہدین کے کارناموں سے شہرت رکھتا ہے۔اس صوبہ کا ہر ضلع ایک چھوٹے صوبے کے برابر ہے۔اس لیے یہاں جہادی معرکوں کے میدان کارزار بھی وسیع سے وسیع تر ہیں۔ شہید حاجی ہیواد ان جہادی کمانڈروں میں سے تھے جنہوں نے صوبہ ہلمند کے طول و عرض میں پھیلے ہر ضلع اور ہر وادی میں جہادی کارناموں میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔

بہت سارے اضلاع میں جہادی مسئول اور ذمہ دار کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں سرانجام دیں۔اور بعض علاقوں میں بعض بڑی اقدامی کارروائیوں کے لیے تشکیلات کا فریضہ بھی سرانجام دیا ہے۔یا پھر بذاتِ خود امداد کے لیے پہنچے ہیں۔ یہاں ہم کوشش کریں گے کہ بہت اختصار کے ساتھ موصوف شہید کی تاریخ ساز جدوجہد اور عظیم جہادی سفر کا یہاں تذکرہ کریں۔

امریکا کے خلاف جہاد کی پہلی تشکیل میں جب شہید ملا اختر محمد عثمانی صاحب صوبہ ہلمند کے گورنر مقرر ہوئے، تو اس وقت شہید حاجی ہیواد کو ضلع واشیر کا عسکری سربراہ بنایا گیا۔پھر ضلع نوزاد کی ذمہ داری اسے سونپی گئی۔اسی دوران نوزاد مرکز کے آس پاس بہت سارے مضافاتی علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں آگئے۔پھر ضلع ناوہ کی طرف ان کا تبادلہ ہو گیا۔ ضلع ناوہ پر فاتحانہ کارروائی کی کمانڈ موصوف شہید کر رہے تھے۔ مگر ضلعی مرکز فتح کرنے کے بعد امریکی سپاہ کی جم غفیر نے ناوہ پر حملہ کر دیا، جس سے حاجی ہیواد اپنے مجاہدین ساتھیوں سمیت محصور ہو گئے۔ چند دن کی پس و پیش سے بالآخر ریگستان کی طرف نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس کے بعد اپنے مجاہدین ساتھیوں سمیت ضلع میر مندو اور ہزار جفت پر یکے بعد دیگرے حملہ کرنے کے لیے جنوبی ہلمند کا رخ کیا۔ ضلع ہزار جفت کو فتح کیا اور بیس دن تک مجاہدین کا اس پر کنٹرول رہا۔ مگر وہاں بھی امریکی افواج نے بڑی افرادی قوت کے ساتھ حملہ کیا۔ مجاہدین اس میں بھی محصور ہوگئے۔ اوپر سے طیاروں نے شدید بمباری شروع کردی، جس سے ضلعی مرکز چھوڑنا پڑا۔

سن 2006 میں ضلع گرشک کی ذمہ داری انہیں دی گئی۔ اس وقت ہلمند کا یہ ضلع شدید جنگوں کا میدان بن گیا تھا۔ موصوف نے وہاں پہلی دفعہ جاتے ہی ایک جنگ کے دوران اپنے بارہ ساتھیوں کی قربانی دی۔ شہید حاجی ہیواد نے دو سال تک یہ ذمہ داری سرانجام دی۔ پھر باباجی، نگی، اور باغران کے اضلاع میں ذمہ داریاں نبھائیں۔ اس کے بعد سن 2010 میں امارتِ اسلامیہ کی قیادت کی جانب سے صوبہ ہرات کے جہادی ذمہ دار مقرر کیے گئے۔

ملاجیلانی آخند سن 2012 تک صوبہ ہرات کے جہادی کمانڈر اور سربراہ رہے۔ موصوف کی سربراہی کے دوران صوبہ ھرات کے کونے کونے تک جہاد کی صدا پہنچی اور جہادی تحریک ہر جگہ ابھرنے لگی۔ اس کے بعد آپ واپس ہلمند لوٹ آئے اور ضلع مارجہ کے جہادی ذمہ داری کے ساتھ صوبہ ہلمند کے نائب امیر بنائے گئے۔

ان دنوں مجاہدین نے ہلمند کے مختلف علاقوں میں امریکی اڈوں اور مقامی غلام سپاہیوں کے خلاف اور ان کے مراکز کو تباہ کرنے کے لیے وسیع کارروائیاں شروع کیں۔ حاجی ہیواد موسی قلعہ، ساروان قلعہ اور گرشک کے مضافات میں ہونے والی ان کارروائیوں میں دیگر مجاہدین کے ساتھ مسلسل شریک رہے جن کے نتیجہ میں مذکورہ علاقے ایک دفعہ پھر دشمن سے تصفیہ اور آزاد ہوگئے۔

جب فتوحات کا یہ سلسلہ ضلع ناد علی تک پھیل گیا تو انہیں ضلع ناد علی کا مسئول اور ذمہ دار متعین کیا گیا۔ ضلع ناد علی جو دشمن کا گڑھ اور اس کی قوت کا مرکزی نقطہ تھا پہلی دفعہ ایک سو پچاس مجاہدین کے ساتھ دشمن کی ان گنت چیک پوسٹوں سے بچ بچا کے ایک پر پیچ و خم دار رستے سے دشمن کے بیچوں بیچ نکل جانے میں کامیاب ہوگئے۔ جن میں پچاس مجاہدین کی سربراہی حاجی ہیواد کر رہے تھے۔ یہ مجاہدین دشمن کے قلب میں گھس کر ان پر حملہ آور ہوئے۔ دشمن کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا ہوا۔ مجاہدین ہر طرف سے حملوں کی زد میں آگئے۔ یہاں تک کہ دشمن کے کمانڈو فورسز بھی جنگ کے میدان پہنچ گئے۔ مگر یہ حاجی ہیواد جیسے جری اور مرد آہن کی استقامت تھی کہ بڑی پامردی سے دشمن کا مقابلہ کیا اور پورا ضلع جو دسیوں بیس کیمپ پر مشتمل تھا فتح ہوگیا۔ ضلع ناد علی کی فتح کے بعد موصوف شہید ضلع باباجی کے عسکری سربراہ مقرر کیے گئے۔ اس علاقہ میں "بشران" نامی بستی کی بڑی جنگ موصوف ہی کا کارنامہ تھا، جس میں دشمن کے سینکڑوں فوجی ہلاک اور 97 اہلکار زندہ گرفتار کیے گئے۔ اسی طرح موصوف کا دیگر مجاہدین کے ساتھ بلاشبہ کلیدی کردار ہی تھا کہ جس کی برکت سے دشمن کا وہ دفاعی مورچہ بھی زمین بوس ہوگیا جو لشکر گاہ کے لیے دشمن کے حصار کے طور پر بنایا تھا۔

صوبہ ہلمند کے عسکری دستوں کے کمانڈ کی نیابت:

آخری دنوں میں امارتِ اسلامیہ کے عسکری کمیشن کی طرف سے ملک کے ہر صوبہ میں خصوصی دستے تشکیل دیئے گئے جن میں ہلمند کے اندر بھی ہزاروں کی تعداد میں تجربہ کار، مسلح اور جنگ کے خدوخال سے واقفیت رکھنے والے افراد بھی شامل ہوگئے۔ ان دستوں نے جہاد کے میدان کارزار میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ جنگ کے میدان میں دشمن کو سرنڈر اور فتوحات کا دائرہ وسیع اور تیز ہوا۔ شہید حاجی ہیواد کی آخری ذمہ داری ان دستوں کے سربراہ کی نیابت تھی۔ موصوف نے زندگی کے آخری لمحات ہلمند کے جنوبی اضلاع ناوہ، مارجہ اور گرمسیر میں گزارے، اکثر راتیں مورچوں میں گزارتے تھے اور یہیں سے مجاہدین کو ہدایات دیتے تھے۔ جہادی کارروائیاں تیز کردی گئی اس دوران ضلع ناوہ جو غلاموں اور کٹھ پتلیوں کا مرکز تھا میں ہلمند کے تمام اضلاع میں سب سے پہلے فتح ہوگیا، جس کے بعد امارتِ اسلامیہ اور دشمن کے درمیان زیرو پوائنٹ ناوہ اور لشکر گاہ کا درمیانی نقطہ بن گیا۔

دشمن نے کئی دفعہ اس جہادی لائن پر بھاری نفری سے حملہ کیا مگر حاجی ہیواد نے ہر دفعہ اللہ جل شانہ کی نصرت اور سرفروش مجاہدین کی قربانی سے مردانہ وار مقابلہ کرکے نتیجہ میں اسے پسپا کردیا۔ شہادت سے کچھ عرصہ قبل وہ ہزار جفت ضلع میں جہادی کارروائیوں میں مصروف تھے کہ دشمن نے ضلع ناوہ پر اندھا دھند بمباری کی اور زمینی فوج نے دھاوا بول دیا، اور ضلعی مرکز ایک دفعہ پھر دشمن کے قبضے میں چلا گیا۔

اسارت اور شہادت کا واقعہ:

شہید حاجی ہیواد کے ایک مجاہد ساتھی ملا سمیع اللہ آغابیان کا کہنا ہے کہ: جب دشمن نے ضلع ناوہ پر قبضہ کیا تو حاجی ہیواد ہزار جفت سے لوٹ آئے اور ضلع ناوہ کو پھر سے فتح کرنے کا منصوبہ تشکیل دینے لگے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ کمانڈ کے وقت تنہا رہتے

تھے یا پھر ایک ساتھی ساتھ ہوتا اور موٹر سائیکل پر گشت کرتے۔اس دن موصوف نے مجاہدین کی دو جگہ تشکیل کی، ایک طرف جانے والوں کے سربراہ فرید جانان اور دوسری طرف جانے والوں پر سیف الخالد کو مقرر کیا۔ یہ ۱۴۳۸ھ ماہ ذوالقعدہ کی ۲۵ تاریخ تھی۔اسی رات کو کارروائی کا منصوبہ تھا۔ کارروائی کے امیر حاجی ہیواد جنگی علاقے کے قریب "فقیران" نامی بستی میں مجاہدین کے ایک مرکز تشریف لے گئے تھے۔ وہاں وائرلیس سیٹ کی لائن اونچی جگہ فٹ تھی جس سے رابطہ کرنے میں آسانی تھی، موصوف چاہتے تھے کہ آسانی سے اس کا استعمال کرتے ہوئے مجاہدین سے مسلسل رابطہ میں رہیں۔اس مرکز میں گنے چنے چند مجاہدین تھے۔ عشاء کو تقریباً نو بجے امریکی اور ملکی کٹھ پتلی فوجیوں نے تین طیاروں کی مدد سے عین اسی مرکز پر چھاپہ مارا۔ حاجی ہیواد نے مجاہدین کے حوصلے برقرار رکھنے اور اپنے ساتھیوں کو چھاپہ سے بے خبر رکھنے کے لیے وای ٹاکی سیٹ کے ذریعے مجاہدین کو بتایا کہ ہیلی کاپٹرز "جرنامو" کے علاقہ میں دشمن کے مراکز میں اترے ہیں اور مزید بتایا کہ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ امریکی اور کٹھ پتلی افواج نے خود حاجی ہیواد کے ٹھکانے پر فائرنگ شروع کردی تھی۔ حاجی ہیواد اور دیگر موجود چند مجاہدین نے مقابلہ شروع کیا، کمانڈوز کو مارا، حاجی ہیواد اپنے مرکز سے باہر آگئے تھے کہ ایک نہر کے کنارے دشمن کے ہیلی کاپٹر کا ایک بھاری گولہ ان کے قریب آگرا، جس سے وہ شدید زخمی ہوگئے۔ وہ زخمی ہوکر گر پڑے اور بے ہوش ہوگئے۔اسی بے ہوشی کی حالت میں امریکی افواج کے انہیں گرفتار کرکے لے گئے۔

امریکی فوج اگلی رات تک اسی علاقہ میں موجود تھی۔ حاجی ہیواد کو قندھار میں واقع بیرونی جارحیت پسندوں کے مرکز منتقل کردیا گیا تھا اطلاعات کے مطابق وہاں وہ دس دن تک زندہ رہے اور پھر شہید کردیے گئے۔ ان کا جسد خاکی گرفتاری کے ٹھیک ایک ماہ بعد اپنے خاندان کے حوالے کیا گیا۔

عزم واستقامت کے اس عظیم پیکر کو سن ۱۴۳۸ھ کے ماہ ذوالحجہ کی ۲۹ تاریخ کو صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے لوی مانده نامی علاقے میں پلچک قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ان کی شہادت کے بعد دیگر مجاہدین کے مطالبے پر موصوف کے بھائی حافظ ربانی کو امارتِ اسلامیہ نے اپنے محاذ کا سربراہ مقرر کیا۔

شہید حاجی ہیواد کی شخصیت:

ہر مخلص مجاہد کی طرح ملاجیلانی آخند [حاجی ہیواد] بھی عظیم صفات حسنہ اور امتیازی خصلتوں کے مالک تھے۔ان کے قریبی ساتھی ان کی جرات، بہادری، اخلاص، ہمدردی اور تقوی کی عجیب کہانیاں سناتے ہیں جن کے کچھ نمونے ہم آپ سے شریک کرنا چاہیں گے:

-موصوف کے ساتھی ملا بریالی کا بیان ہے کہ: آپ ہمیشہ سادہ زندگی گزارتے تھے ،اور بہت ہی کم خرچ پر گزر بسر کرتے تھے۔بیت المال کے ساتھ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ انتہائی ضرورت کے وقت بھی اپنی ذات کے لیے بیت المال میں تصرف سے گریزاں رہتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے گھر میں ایک مریض کی حالت بگڑ گئی۔اس دوران، ان کے پاس بیت المال کے دس ملین سے زیادہ روپے موجود تھے مگر پھر بھی انہیں بطور قرض بھی مریض کے علاج پر خرچ کرنا گوارا نہ کیا۔ بلکہ علاج کو ذاتی رقم حاصل کرنے تک مؤخر کیے رکھا۔

-تہجد کی نماز ان کا معمول تھا، اور یہ معمول وہ انتہائی رازداری سے سرانجام دیتے تھے۔ ان کے محاذ کے ایک ساتھی بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ ضلع ناد علی کے مضافات میں جنگ میں مشغول تھے کہ قریبی گندم کی فصل سے کسی کے رونے کی آواز سنائی دینے لگی، میں اس طرف جانے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مجاہدین کے امیر حاجی ہیواد دعا اور عبادت میں مصروف ہیں۔ وہ ساتھیوں کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ یہ عظیم اور مشقتوں بھرپور جہاد دن کی دعاؤں سے سر ہونے والا نہیں ہے اس کے لیے راتوں کو بھی جاگنا پڑے گا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ راتوں کو بھی تہجد کا معمول بنائیں۔

-یتیموں اور شہداء کے گھرانوں کا ہمیشہ پوچھا کرتے تھے۔ بالخصوص عید کے دنوں میں اپنی استطاعت کے مطابق سب خاندانوں کو مبارک باد دینے جاتے اور جو کوئی بہت زیادہ دور مسافت پر ہوتا تھا، انہیں فون کرکے خیریت دریافت کرتے، مدارس ومساجد کی تعمیر اور شہداء کے بچوں کی درست تربیت ان کی جدوجہد کا حصہ تھا۔ جس کے لیے وہ بہت ہی زیادہ سنجیدہ تھے۔ اللہ جل شانہ ان کی شہادت، جہاد اور تمام خدمات قبول فرمائے۔ آمین یارب العلمین

....

مذاکرات کی راہ میں رکاوٹیں: اسباب و عوامل اور ذمہ داریاں

تحریر: محمد عابد

مختلف ٹی وی چینلز پر روزانہ کی بنیاد پر تسلسل کے ساتھ یہ بات دہرائی جاتی ہے کہ کابل انتظامیہ اور اشرف غنی مذاکرات کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں۔ ایوان صدر میں موجود ایک مضبوط لابی مسلسل ایسی صورت حال پیدا کر رہی ہے جس کے ذریعے مذاکرات سبوتاژ ہوں، یہ حقیقت اس قدر عیاں ہو چکی ہے کہ اسے جھٹلانا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس حقیقت کو کابل انتظامیہ کی بیرونی حلیف حکومتیں بھی تسلیم کر رہی ہیں۔ کابل انتظامیہ کی اندرونی سیٹ اپ میں کسی شخص یا لابی سے کوئی توقع نہیں کی جا سکتی جو بغاوت یا کسی دوسرے ذریعے سے اقتدار کا خاتمہ کرے۔ جس کے دیگر بہت سارے عوامل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بیرونی غاصبین کے احسان اور خوف کا اثر اب تک ان کے دلوں میں ہے، لہذا اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے وہ ہر ایسے اقدام سے گریز کرتے ہیں۔ اس صورت حال میں امارت اسلامیہ سے جنگ بندی کی اپیل کرنا یا یہ توقع رکھنا کہ مجاہدین رویوں میں تبدیلی لائیں سراسر زیادتی ہے۔

امارت اسلامیہ کی تحریک کی بنیاد ظلم و وحشت کے خاتمے اور اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لیے رکھی گئی تھی۔ جب یہ سارے سلسلے بھرپور طور پر اپنا وجود رکھتے ہوں تو امارت اسلامیہ مزاحمت کیوں ترک کرے؟ جہاد کا آغاز ہی اسی لیے ہوا تھا کہ ظلم کا نظام ختم اور اس کی جگہ صاف و شفاف عادلانہ نظام قائم ہو۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین خود کو اس کا ذمہ دار سمجھتے ہیں کہ ان کے زیر کنٹرول علاقوں میں ظالمانہ نظام قائم ہو اور وہ مزاحمت نہ کریں۔ لہذا ایسے تمام گروہ جو حکومت کی شکل میں موجود ہوں یا پھر کسی مافیا کی شکل میں ہوں مجاہدین اس کا قلع قمع کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ کابل انتظامیہ جو مذاکرات کو بامقصد بنانے کی کوششوں سے مسلسل گریزاں ہے۔ ان کے خلاف دوران مذاکرات جنگ بندی پر آمادگی ظاہر نہ کرنا اور ان کے خلاف مسلسل جنگی سرگرمیاں جاری رکھنا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ان کی نا اہلی کی وجہ سے ایوان صدر اس حد تک بد ترین حالت میں ہے کہ دیگر صوبوں کی حالت زار کی طرف لوگوں کی توجہ ہی نہیں ہے اور جب کسی مملکت میں امن و امان کی یہ صورت حال ہو تو ضرور کوئی قوت حکومت کے اندرونی ڈھانچے سے یا باہر سے آ کر بزور طاقت حکومت کا خاتمہ کرتی ہے۔

اس وقت حکومت سے زیادہ علاقے امارت اسلامیہ کے کنٹرول میں ہیں، مگر اس کے باوجود امارت اسلامیہ کی قیادت نے بڑے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک اور عوام کے عظیم تر مفاد کی خاطر مذاکرات پر آمادگی ظاہر کی، اب جب کابل انتظامیہ مسلسل مذاکرات اور امن کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر رہی ہے تو امارت اسلامیہ کو بھی اپنی سوچ پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور ملک و ملت کو اس نحوست سے نجات دلانی چاہیے۔ اس حکومت کے قیام کو تو اب ایک لمحہ بھی مہلت نہیں دینی چاہیے، کیوں کہ ایک طرف عوام ان سے سخت بیزار و نالاں ہیں اور دوسری طرف ان کی اپنی فوج حکومتی نظام سے مایوس ہونے کی وجہ سے طالبان کے ساتھ مل رہی ہے۔ ان حالات میں کس دلیل کی بنیاد پر اس حکومت کے قیام کا جواز باقی رہ جاتا ہے، ادارے کی اندرونی ڈھانچے میں موجود ہر درد دل رکھنے والے کو عوام کی اکثریت کی حمایت کر کے مافیا کی چنگل سے خود کو آزاد کرنا چاہیے اور ایک صالح نظام کے قیام کے لیے امارت اسلامیہ کا دست و بازو بننا چاہیے۔ یہ جو جنگ بندی کی اپیلیں کی جا رہی ہیں کسی طرح معاملے کے حل کے لیے نہیں ہیں بلکہ اقتدار کو طول دینے اور اپنے شیطانی چالیں مزید مضبوط اور اسے دوام بخشنے کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ کوئی بھی شخص ایسی جنگ بندی کی اجازت نہیں دیتا جن سے مسائل حل ہونے کی بجائے مزید پیچیدہ ہوں۔

اگر سیاسی زعما حالات کے جبر اور اپنی مجبوریوں کے باعث سچ بولنے اور حقائق کو طشت از بام کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے تو اہل قلم یہ فریضہ سرانجام دیں، حالات کا درست تجزیہ کر کے قوم و ملت کو پریشانیوں اور مشکلات سے نکالنے کی کوشش کریں۔ اگر انہیں بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو چپ رہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ درجنوں مزید ایسے راستے ہیں جنہیں اپنا کر اصل حقائق لوگوں تک پہنچانے کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ جارحیت کے خاتمے کے دن قریب ہیں۔ ملک و ملت آزاد فضاؤں کی جانب گام زن ہے۔ ایسی صورت حال میں کسی حساس انسان کے لیے چپ رہنا ظلم و وحشت پر چپ رہنا ہے جس پر تاریخ اپنا فیصلہ کرے گی اور مستقبل میں اسے خوف، لالچ اور ظلم کی حمایت سے تعبیر کیا جائے گا۔

ایرانی سائنسدان کا قتل، اہداف اور متوقع خطرات

تحریر: حسن مومند

چند روز قبل ایران میں سب سے بڑے سائنس دان ڈاکٹر محسن فخری زادہ مقناطیسی بم حملے میں ہلاک ہوگئے۔ محسن فخری زادہ جو ایران کے جوہری پروگرام کے اہم بانیوں میں شامل تھے، وزارت دفاع کے شعبہ ایجادات و تحقیق کے سربراہ بھی تھے۔ بظاہر صورتحال جس سمت جارہی ہے، اگر واقعی اسی طرح ہے تو پھر مشرق وسطی میں صورتحال بہت خراب ہوسکتی ہے۔ ایران اور امریکہ ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑے ہیں اور خطرناک جنگ چھڑنے کا خطرہ برقرار ہے۔ محسن کی ہلاکت کے بارے میں ایرانی وزیر خارجہ جواد ظریف نے کہا کہ اسرائیلی صہیونی حکومت کچھ ایرانی سائنسدانوں کے قتل میں اس سے پہلے بھی ملوث رہی ہے اور محسن فخری زادہ کا قتل بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

وزیر خارجہ نے محسن کی ہلاکت کے علاوہ جولائی میں جوہری پروگرام کے ٹیٹننس پلانٹ میں ہونے والے واقعے میں بھی اسرائیل کو ملوث قرار دیا۔ ایرانی انٹیلی جنس نے کہا کہ "ہم حملہ آوروں اور حملہ آوروں کے پیچھے خفیہ ہاتھ کے بارے میں جانتے ہیں، مناسب وقت پر ہم دنیا کے سامنے سب کچھ واضح کردیں گے۔" ایرانی قیادت نے محسن فخری زادہ کی ہلاکت کا بدلہ لینے کا اعلان کیا ہے۔ 3 جنوری 2020 کو ایران کے القدس فورس کے سربراہ جنرل سلیمانی عراقی دارالحکومت بغداد کے قریب امریکی ڈرون حملے میں مارے گئے تھے۔ ان کی ہلاکت سال کا سب سے بڑا واقعہ سمجھا جاتا تھا، ایک ایسا بڑا واقعہ جو اتنی بڑی جنگ کا سبب بنتا جو پوری مشرق وسطی کو جنگ کے شعلوں کی لپیٹ میں لے لیتا، شاہ رضا پہلوی کے دورِ حکومت میں ایران امریکہ اور باقی مغرب کے بہت قریب تھا، ایران مغربی اثرورسوخ کا علاقہ تھا اور یہاں مغرب کے تمام مطالبات پورے کئے جاتے تھے۔

شاہ کی حکمرانی کے خاتمے اور انقلابیوں کے دور اقتدار کے بعد ایران میں "امریکہ مردہ باد" کے نعرے لگنے لگے، انقلاب کے رہنماؤں نے امریکہ کو "عظیم شیطان" قرار دیا اور اسی وجہ سے دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات منقطع ہوگئے۔ بظاہر دونوں ممالک کے درمیان دوستی دشمنی میں بدل گئی۔ یہ دشمنی نظریاتی اور عوام کے نزدیک گہری محسوس کی جارہی تھی لیکن بہت سے عرب اور کچھ مغربی تجزیہ کاروں نے امریکہ اور ایران کے درمیان دشمنی کو شک کی نگاہ سے دیکھا اور اسے حقیقی نہیں سمجھا۔ انقلابیوں کی آمد کے بعد کیا یہ دشمنی حقیقی تھی یا نہیں؟ وجوہات اور ثبوت کیا ظاہر کرتے ہیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے، جس پر فی الوقت کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا، اور جب ضرورت پیش آئے گی تو اس کے بارے میں ایک الگ تحریر نذر قرطاس کروں گا۔

اگر ہم گذشتہ دو دہائیوں پر نظر ڈالیں تو یہ کہنا بجا ہوگا کہ ایران اور امریکہ کے مابین دشمنی اور دوستی پچھلی دو دہائیوں سے زیادہ پیچیدہ ہوگئی ہے، ایک طرف ایران اور امریکہ میدان جنگ میں شانہ بشانہ کھڑے اور مشترکہ طور دشمن کا مقابلہ کررہے ہیں اور دوسری طرف ایران پر عائد اقتصادی پابندیاں مکمل طور ختم نہیں کی جارہی ہیں۔ ایران کے جوہری پروگرام پر تنازعہ ختم نہیں ہوا ہے اور محسن فخری زادہ جیسے عظیم جوہری سائنسدان اور جنرل سلیمانی جیسے ایران کے اعلی فوجی رہنما امریکہ کی جانب سے مارے جاتے ہیں۔ ٹرمپ کے اقتدار میں آنے کے بعد یہ صورتحال مزید پیچیدہ ہوگئی۔

2019 اور 2020 میں خلیج میں بدامنی کے کچھ اقدامات اور واقعات، ان واقعات پر ردعمل، خطرات اور جنگ کی تیاریوں کو دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ ہر فریق خلیج کی

صورتحال کو جان بوجھ کر خراب کرنے کے درپے ہے کیوں کہ ہر ایک اس کے نتیجے میں اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ افغانستان میں مجاہدین کے مقابلے میں امریکہ کی شکست نے اس کا نقطہ نظر بدل دیا ہے اور اسلامی دنیا میں اس نے براہ راست جنگوں سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کیا ہے لیکن امریکہ کی استعماری سوچ میں کوئی تبدیلی آئی ہے اور نہ ہی دنیا کے مختلف حصوں میں اس نے اپنے اڈوں کو بند کرنے کا کوئی فیصلہ کیا ہے۔ امریکہ اب بھی اپنے سابقہ مشن پر عمل پیرا ہے، اور خلیج میں اس کے تمام اقدامات کا مقصد اپنے عسکری اثر ورسوخ کو بڑھانا ہے۔ امریکہ نے 2015 میں ایران کے جوہری پروگرام سے متعلق اپنا معاہدہ ختم کردیا اور ایران پر نئی معاشی پابندیاں عائد کردیں۔ 12 جون 2019 کو دو امریکی سمندری آئل ٹینکر زدبئی سے سنگاپور تیل لے جارہے تھے جن پر خلیج عمان میں ایرانی ساحل سے 26 کلومیٹر دور حملہ ہوا۔

امریکہ نے ان حملوں کا الزام ایران پر لگایا اور ایک ویڈیو جاری کی جس میں دکھائی دے رہا تھا کہ اس حملے کے چند گھنٹوں بعد ایران کے پاسداران انقلاب کے ایک چھوٹے بحری جہاز میں سوار عملہ ایک ٹینکر سے ایسے دھماکہ خیز مواد ہٹانے کی کوشش کررہا تھا جو پھٹا نہیں تھا لیکن ایرانی وزیر خارجہ جواد ظریف نے ان حملوں میں ایران کے ملوث ہونے کی سختی سے تردید کی اور امریکی دعوے کو بے بنیاد قرار دیا۔

اس سے قبل مئی میں عراقی دارالحکومت بغداد میں امریکی سفارت خانے کے قریب نامعلوم سمت سے داغا گیا راکٹ گرا جس سے جانی نقصان نہیں ہوا۔ امریکہ نے تہران کی جانب سے امریکی سفارت خانے پر داغا گیا میزائل حملہ ناکام قرار دیا۔ اس واقعے کے بعد امریکی صدر ٹرمپ نے ایران کو متنبہ کیا تھا کہ وہ ایسی سرگرمیوں سے باز رہے، بصورت دیگر سنگین نتائج کے لئے تیار رہے۔ ایران نے امریکہ کا یہ دعوی مسترد کردیا اور اس حملے میں ملوث ہونے سے انکار کردیا۔ اس کے علاوہ مئی میں بھی متحدہ عرب امارات کے ساحل سے دور سعودی آئل ٹینکروں پر ڈرون حملے ہوئے تھے، یہ حملے جن کی ذمہ داری حوثی ملیشیا نے قبول کی تھی، ایران اور امریکہ کے درمیان تناؤ کا سبب بنے۔ 14 ستمبر 2019 کو سعودی عرب میں ارامکو کے نام سے تیل کی دو تنصیبات (بقیق اور خریص) پر ڈرون حملے ہوئے، ان حملوں نے سعودی عرب کو اتنا بڑا معاشی نقصان پہنچایا کہ سعودی حکام نے ان حملوں کو گیارہ ستمبر جیسا سانحہ قرار دیا، یمنی حوثیوں نے ان حملوں کی ذمہ داری قبول کی اور دھمکی دی کہ اس طرح مزید حملے کئے جائیں گے۔ امریکہ اور اس کے بعد سعودی عرب نے ایران پر ان حملوں کا الزام لگایا اور کہا کہ ڈرون طیارے ایران سے آئے تھے لیکن ایران نے ان الزامات کی سختی سے تردید کی۔

تجزیہ کاروں نے کہا ہے کہ ایران اپنی سرزمین سے سعودی عرب پر ایسے حملوں کا متحمل نہیں ہو سکتا کیوں کہ اگر ایران پر ایسے حملے ثابت ہوتے ہیں تو اس کو سخت بین الاقوامی رد عمل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دنیا کی سپر پاورز کے علاوہ کوئی بھی ملک اس طرح کے حملے کرنے کی جرات نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کے نتائج کو برداشت کرسکتا ہے۔ سعودی عرب میں امریکی فوجی اڈوں کی موجودگی اور جدید ترین پیٹریاٹ دفاعی نظام جس کی وجہ سے سعودی عرب پر اس طرح کے بڑے پیمانے پر حملے ہوئے ہیں، یہ بظاہر امریکہ کی ناکامی اور حقیقت میں ایسے واقعات میں امریکہ کے ملوث ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ مختصرا یہ کہ ان واقعات اور صدر ٹرمپ کی شدید دھمکیوں کے پیش نظر امریکہ کی جانب سے ایران کے خلاف ایک محدود فوجی آپریشن شروع کرنے کی توقع کی جارہی تھی جو جنرل سلیمانی کے قتل کی صورت میں ہوا۔ لیکن مشرق وسطی کے مبصرین جو صورتحال کو قریب سے دیکھ رہے ہیں، ایران کو سزا دینے کے خیال کو مسترد کرتے ہیں اور اسے مشرق وسطی میں ایک شیطانی منصوبے پر عمل درآمد کے لئے ایک انتہائی اہم اقدام کے طور پر دیکھتے ہیں۔

یہ تجزیہ کار سعودی عرب کے ساتھ امریکی دوستی اور ایران کے ساتھ دشمنی کو امریکہ کے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کی سازش قرار دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ سعودی اور ایران کے دونوں اقدامات سے امریکہ کو فائدہ ہوتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ سعودی عرب امریکہ کو اپنا محافظ سمجھتا ہے، وہ امریکی حکم کا انتظار کرتا ہے اور پھر اقدام کرتا ہے جب کہ ایران کو اپنی فوجی طاقت پر عربوں سے زیادہ فخر ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ سب کچھ اپنی مرضی اور اپنے مفاد کے لئے کرتا ہے۔ ایران یہ سمجھتا ہے کہ مشرق وسطی کی موجودہ صورتحال کے پیش نظر امریکہ اس کا محتاج ہے اور ایران کے اقدامات پر رد عمل ظاہر نہ کرنے کی وجہ بھی امریکہ کی ضرورت ہے، اس لئے وہ یہ صورتحال اپنے لئے ایک اچھا موقع سمجھتا ہے، اس لئے وہ امریکہ کے شانہ بشانہ اور کبھی اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتا ہے، اپنا اثر ورسوخ بڑھانا، ملیشیا بنانا، ممالک پر اپنا تسلط قائم کرنا اور خطے کے عوام اور ریاستوں کی خوشیوں اور دکھوں کو نظر انداز کرنا اس کی پالیسی بن چکی ہے۔

جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو اس وقت یہ خیال کیا جارہا تھا کہ ایران اپنے وفاداروں کے ذریعے یہاں امریکہ کے لئے مشکلات پیدا کرے گا لیکن ہم نے دیکھا

کہ ایران کے زیر اثر لوگوں نے امریکہ کے خلاف ایک پتھر بھی نہیں پھینکا بلکہ مجاہدین کے خلاف صف آراء ہوئے، جو آج تک برسرپیکار ہیں جبکہ انہی افراد کو ایران کی طرف سے شام میں لڑنے کے لئے بھیجا جارہا ہے، انہیں لڑائی کی تربیت دی جارہی ہے اور انہوں نے فاطمیین کے نام سے ایک بہت بڑا مسلح گروہ تشکیل دیا ہے، میڈیا کی تازہ ترین رپورٹس کے مطابق ان کی تعداد 25 ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ طلوع نیوز کو دیے گئے حالیہ انٹرویو میں ایران کے وزیر خارجہ جواد ظریف نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ "ایران کی جانب سے فاطمیین کے نام سے افغان مہاجرین پر مشتمل ایک تربیت یافتہ لشکر تیار کیا گیا ہے، اگر افغان حکومت چاہے تو اس لشکر کو طالبان کے خلاف استعمال کیا جاسکتا ہے۔"

وہ امریکہ جس نے طالبان سے تعلق کے جرم کی پاداش میں مسلمانوں کے گھروں پر بم برسائے، انہیں شہید اور گرفتار کیا، لیکن اس نے ایران پر کبھی اعتراض کیا اور نہ ہی فاطمیین لشکر کو دہشت گرد قرار دیا اور نہ ہی اس جرم میں کسی کو گرفتار کیا۔ عراق میں ایران اور امریکہ اپنے دشمن کے خلاف شانہ بشانہ لڑ رہے ہیں، اگرچہ ہدف دونوں کا ایک نہیں ہے لیکن دشمن دونوں کا ضرور ایک ہے۔ مارچ 2017 کے آخری دنوں میں جب امریکہ نے اپنے پانچ اتحادیوں کے ساتھ مل کر ایران کے جوہری پروگرام پر ایرانی قیادت کے ساتھ جنیوا میں بات چیت کی تو ان دنوں عراق میں ایرانی حمایت یافتہ ملیشیا بدر، قدس اور اخوان حزب اللہ امریکی فوجیوں کے ساتھ مل کر تکریت شہر پر قبضہ کرنے کے لئے فوجی آپریشن میں مصروف تھے جس کی قیادت جنرل قاسم سلیمانی کر رہے تھے۔

اس جنگ میں امریکہ کی شمولیت پاسداران انقلاب کی مرضی سے ہوئی تھی، اور یہ معاہدہ تینوں دھڑوں بدر، قدس اور اخوان حزب اللہ کے مشترکہ ترجمان نعیم العبیدی نے کیا تھا۔ معاہدے کی بنیاد پر امریکہ نے پوری جنگ میں پاسداران انقلاب اور عراقی ملیشیاؤں کو فضائی مدد فراہم کی، اس سلسلے میں ایک بار امریکی ڈرون حملے میں پاسداران انقلاب کے دو اعلی افسران علی یزدانی اور ہادی جعفری ہلاک ہوئے، جنہیں تہران میں سپرد خاک کردیا گیا۔ دونوں سینئر افسران کی ہلاکت نے ایران میں ہلچل مچادی اور جب ایرانی میڈیا میں شور مچ گیا تو نعیم العبیدی نے وضاحت کی کہ امریکی ڈرون حملے میں ان کی ہلاکت غلطی سے ہوئی، امریکہ نے جان بوجھ کر انہیں نشانہ نہیں بنایا۔

مذکورہ عراقی ملیشیا ہی ملیشیا ہے جس کے بارے میں اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بان کی مون نے کہا تھا کہ یہ ملیشیا جس علاقے پر قبضہ کرلیتا ہے تو وہاں کے لوگوں کا قتل عام شروع کرتا ہے، عمارتوں کو مسمار کرتا ہے، لوگوں کو اغوا کرتا ہے اور خواتین پر جنسی تشدد کرتا ہے۔

لیکن چونکہ وہ جنگ میں امریکہ کے اتحادی تھے اس لئے امریکہ نے اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کے ریمارکس کو نظر انداز کیا، امریکی تاریخ اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ جب وہ کسی کو ناراض کرنا نہیں چاہتا تو نہ صرف اس کی گھناؤنی حرکتوں پر چشم پوشی اختیار کرلیتا ہے بلکہ اس کی حمایت کرتا ہے اور اس پر دنیا کے اعتراضات کو بھی نظرانداز کرتا ہے۔ قدم بہ قدم اسرائیل کی حمایت اس کی ایک مثال ہے۔

دشمن کے خلاف جنگ میں امریکہ کے ساتھ شراکت کی وجہ سے ایران کو مشرق وسطی میں اپنا اثرورسوخ بڑھانے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ ایران کھل کر کہتا ہے کہ شام، عراق، یمن اور لبنان اس کے زیر اثر ہیں اور چاروں ممالک کی حکومتیں اس کے حکم کے تابع ہیں۔ ایران کا یہ دعوی محض دعوی نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے، گذشتہ دو دہائیوں کے دوران امریکہ نے ایران کو مشرق وسطی میں اپنا اثرورسوخ بڑھانے کا جو موقع فراہم کیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، پاسداران انقلاب کے جنرل سلیمانی نے چاروں ممالک کی فوجی طاقت کو اپنے کنٹرول میں لیا، اور حقیقت میں ان میں سے ہر ملک کی مسلح افواج کو سپاہ پاسداران کا حصہ بنایا۔ اگر امریکہ نہ چاہتا تو کیا ایران اس طرح ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرسکتا تھا؟ ایران کے ان اقدامات نے عرب دنیا کو پریشان کردیا ہے، جو امریکہ کا مقصد ہے۔ امریکہ ایران کو بڑے پیمانے پر بڑھا چڑھا کر پیش کررہا ہے، ایران عسکری طور پر جتنا طاقتور ہے، امریکہ اس کو اپنی طاقت سے زیادہ طاقتور قرار دیتا ہے، اس کی دو وجوہات ہیں، ایک یہ کہ پوری عرب دنیا کو ایران کے خوف میں مبتلا رکھنا ہے، تاکہ عرب ممالک امریکہ کو اپنا نجات دہندہ سمجھیں، جس کے باعث ہر ملک اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسی امریکی مرضی کے مطابق بنا رہا ہے، خلیج میں امریکی موجودگی کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں وسائل پر امریکہ کا ہمیشہ کنٹرول رہے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ خطے میں اسلحے کی فروخت میں اضافہ کیا جائے، دولت مند عرب ممالک کو امریکہ سے ہتھیار خریدنے پر مجبور کیا جائے، امریکہ ہر سال اربوں ڈالر کمانے کے لئے انہیں ہتھیار فراہم کررہا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ شام، عراق اور یمن کی جنگوں میں ایران کی مداخلت اور سعودی عرب پر حوثی راکٹ حملوں کی روک تھام نہ کرنے کا اہم مقصد یہی ہے۔ سعودی عرب نے امریکہ سے کرایہ پر

مصنوعی چاند کی خدمات حاصل کی ہیں کہ وہ حوثیوں کو ایران کی جانب سے فراہم کیے جانے والے بیلسٹک میزائل کو غیر موثر بنائے، جس کا ماہانہ کرایہ 450 ملین ڈالر ہے۔ سعودی کے طیاروں نے حوثیوں کے خلاف اب تک 90 ہزار پرواز کئے ہیں جن پر 8 ارب ڈالر اخراجات آئے ہیں۔ اس جنگ میں زیادہ تر رقم سعودی شہروں پر حوثیوں کی جانب سے فائر کیے جانے والے بیلسٹک میزائلوں کو غیر موثر بنانے پر خرچ کی جاتی ہے کیونکہ ہر میزائل کو فضا میں ناکارہ بنانے کے لئے تین پیٹرایٹ میزائل فائر کئے جاتے ہیں اور فی عدد پیٹرایٹ میزائل کی قیمت 3 ملین ڈالر ہے۔ مارچ 2015 سے اب تک حوثیوں نے سعودی عرب پر 150 بیلسٹک میزائل داغے ہیں۔ پیٹریاٹ میزائلوں کے علاوہ سعودی عرب نے روس سے ایس 400 سسٹم اور امریکہ سے ٹڈ سسٹم خریدا ہے، جس کی حفاظت اور دیکھ بھال پر سالانہ 100 ملین ڈالر تک لاگت آتی ہے۔ سعودی عرب متعدد مغربی ممالک کے ساتھ سیکیورٹی معاہدوں پر بھی دستخط کر رہا ہے اور سعودی عرب اب اپنے دفاع کے لئے سب سے زیادہ رقم بجٹ میں مختص کرنے والا دنیا کا چوتھا بڑا ملک ہے۔ ایران کو موقع فراہم کر کے اور عربوں میں خوف پھیلا کر امریکہ اتنا پیسہ کما رہا ہے، وہ ایران کے اثر ورسوخ کو کیوں روکے۔ ایرانی وزیر خارجہ، ایران کے ایٹمی نگران ادارے اور ایران کی خفیہ ایجنسی نے محسن فخری زادہ کے قتل میں اسرائیل کو ملوث قرار دیا اور اس میں امریکہ کو بھی شریک جرم قرار دیا، لہذا سوال یہ ہے کہ ایران بدلہ لینے کے لئے اسرائیل یا امریکہ کے خلاف جوابی کارروائی کرے گا؟

بات یہ ہے کہ ایران جتنی بھی بڑی ایٹمی طاقت بنے لیکن اسرائیل، امریکہ یا دیگر مغربی طاقتوں کے لئے کوئی خطرہ نہیں بنے گا کیونکہ ایران کی ٹیکنالوجی اور سازوسامان امریکہ کے دسویں حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتے ہیں، امریکہ، امریکہ ہے۔ امریکہ کے علاوہ اس کے دوسرے مغربی اتحادیوں کی میزائل ٹیکنالوجی بھی زیادہ جدید ہے۔ وہ جوہری ہتھیار لے جانے کی صلاحیت رکھنے والے اور طویل فاصلے تک ہدف کو نشانہ بنانے والے میزائل کے کامیاب تجربات کر چکے ہیں جب کہ ایران کے لئے یہ نیا مرحلہ ہے۔ ایٹمی طاقتوں سے اپنے جوہری ہتھیاروں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کو طویل سفر طے کرنا ہوگا۔ فخری زادہ کے قتل کا اعتراف اسرائیل یا امریکہ نے نہیں کیا ہے اور نہ ہی ایران نے دنیا کو اس بات کا کوئی ثبوت فراہم کیا ہے کہ دونوں ممالک اس میں ملوث ہیں۔

جنرل سلیمانی ایرانی فوج کا سب سے اہم شخص اور فخری زادہ سے بہت بڑا آدمی تھا۔ اس کے قتل نے پورے ایران کو ہلا کر رکھ دیا اور ایران کے تمام رہنماؤں نے اس کی ہلاکت پر افسوس اور دکھ کا اظہار کیا۔ امریکہ نے اس حملے کی ذمہ داری بھی قبول کی، ایران نے بدلہ لینے کی دھمکیاں دیں، لیکن اب تک اس نے کیا کارروائی کی ہے اور کونسا بدلہ لیا ہے؟

دنیا بخوبی جانتی ہے کہ ایران امریکہ سے بدلہ نہیں لے سکتا اور نہ ہی لے گا۔ جی ہاں! امریکہ خلیج میں اپنی فوجی موجودگی کو مستحکم کرنے کے لئے عرب دنیا پر ایرانی حملے کے خوف میں اضافہ کرنے کی کوشش کرے گا، جیسا کہ اس نے ارامکو پر حملوں کے نتیجے میں کیا تھا۔ امریکہ کے وزیر دفاع نے سعودی عرب میں 3000 نئے فوجیوں کو تعینات کرنے کا اعلان کیا، اس نے سعودی تیل کی تنصیبات پر حملوں کے بعد یہ اقدام اٹھایا۔ وزارت دفاع نے کہا کہ تین ہزار فوجی سینٹرل کمانڈ کے علاقے میں تعینات کئے جائیں گے۔ ان کے ساتھ متعدد F-22 جہاز بھی ہوں گے جن کا راڈار سے پتہ نہیں چل سکتا، وہ سمندری راستوں پر گشت کریں گے اور سعودی فوجی اڈوں پر اینٹی میزائل سسٹم لگائیں گے۔

یہ سچ ہے کہ ایران خلیج اور پورے مشرق وسطی میں کسی بھی ملک کو فوجی حریف نہیں مانتا، لہذا اسے اپنی طاقت پر بہت فخر ہے، وہ صرف اپنے مقاصد کے حصول کو ضروری سمجھتا ہے اور اس خطے کے ممالک کی خوشیوں اور غموں کی پرواہ نہیں کرتا۔ باہمی احترام پر یقین نہیں رکھتا، اور نہ ہی ان ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کرنے اور اعتماد قائم کرنے کے لئے کوئی خاص اقدام اٹھاتا ہے، جو ایران کے لئے باعث نقصان ہو سکتا ہے، اگر ایران نے اپنی اس پالیسی میں تبدیلی لائی اور خطے کے ممالک کے بارے میں اپنا موقف تبدیل کیا تو یہ ایران اور عرب ممالک کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے، بصورت دیگر ایران اور خطے کے دیگر اسلامی ممالک نقصان اٹھاتے رہیں گے، امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کے مذموم مقاصد اور شیطانی حربے کامیاب ہوتے رہیں گے اور یہ آپس میں دست و گریبان رہیں گے۔

کابل انتظامیہ، ذو معنی باتیں اور اقدامات

تحریر: سعید صارم

کابل یونیورسٹی پر حملے سے قبل امریکی انتخابات کے متوقع نتائج کے اعلان کے ساتھ ہی صدارتی ترجمان صدیق صدیقی اور امر اللہ صالح نے ایک ایسی بات کی تھی جس پر اس وقت لوگوں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی مگر اس بیان نے لوگوں کو حیرت میں ضرور ڈال دیا۔ انہوں نے کہا: ہم مجاہدین کے خلاف منظم پروپگنڈا مہم چلانے کے لیے تیاری کر رہے ہیں، اس حوالے سے ہم منظم حکمت عملی بنا رہے ہیں۔ انہوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ یہ بات کہی کہ امریکا میں اقتدار کی تبدیلی کے بعد سب کو مل کر طالبان کے خلاف پروپیگنڈا مہم میں حصہ لے کر اسے مزید مضبوط بنانا چاہیے۔ اس حوالے سے ضروری ہے کہ انفرادی کوششوں کی بجائے سب ایک ہی مرکز اور ایک ہی ہدایت کے مطابق چلیں۔ اس اعلان کے اگلے روز نائب صدر امر اللہ صالح نے بیان دیا کہ طالبان سماجی کارکنوں کو نشانہ بنا رہے ہیں، ہو سکتا ہے کچھ کارکن قتل کر دیے جائیں۔ لہذا تمام سماجی کارکن سول ریاستی بیانیے کے ساتھ کھڑے ہو کر اس کا دفاع کریں اور طالبان کے خلاف پروپیگنڈا مہم میں ریاست کا بھرپور ساتھ دیں۔

صالح نے اس حوالے سے سماجی کارکنوں کو واضح دھمکی دیتے ہوئے کہا اگر کوئی شخص ریاستی بیانیے کے ساتھ کھڑا نہیں ہے تو ان کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ آج ہم اس بیان کے عملی مظاہر کا مشاہدہ کر رہے ہیں، صحافیوں اور سول کارکنوں کی زندگی واقعی خطرے میں ہے۔ وہ صحافی اور سول کارکنان جو حکومت کی کارکردگی پر تنقید کرتے تھے وہ یا تو مار دیے گئے یا ان پر زمین تنگ کر کے انہیں بیرون ملک فرار پر مجبور کر دیا گیا۔ اس سلسلے کے آغاز سے مختلف تجزیے اور تبصرے کیے جا رہے ہیں، کچھ لوگ محض مفروضوں کی بنیاد پر رائے قائم کرتے ہیں، کچھ اسے کابل ادارے کے انہی دو راہنماؤں کے بیانات کے ساتھ نتھی کر کے اسے حکومت کی کارروائی سمجھتے ہیں، جبکہ کچھ حلقے اس صورت حال کا ذمہ دار تیسری قوت کو گردانتے ہیں۔

حقیقت کچھ بھی ہو مگر سوال یہ ہے کہ قتل عام کا یہ سلسلہ کیوں شروع ہے؟ کیا کابل انتظامیہ اس بات کی وضاحت کرے گی کہ امر اللہ صالح نے یہ بات کیوں اور کس بنیاد پر کہی؟ اور اس کے بعد کیا کیا اقدامات کیے؟ سب سے اہم سوال یہ کہ طالبان کے خلاف پروپیگنڈا مہم کو میڈیا سے کیوں خفیہ رکھا گیا؟ اس سے صاف معلوم ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے اور اس سلسلے میں سب وہ لوگ نشانہ بن رہے ہیں جو کسی بھی حوالے سے ادارے کے کمزور پہلوؤں پر تنقید کر رہے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مقصد کے لیے حکومت کے خفیہ اداروں کے اہل کاروں کی ذمہ داری لگائی گئی ہے، کیوں کہ اس صورت حال کے تدارک کے لیے حکومت نے کوئی خاطر خواہ قدم نہیں اٹھایا ہے۔ لگتا ہے خفیہ اداروں کے اہل کار مذاکرات کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے یا پھر اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کے لیے خفیہ سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ ان کا ایک ہی مقصد ہے کہ کسی طرح اقتدار کو دوام ہو، اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ان کے اقتدار کی طول مذاکرات کی ناکامی کے ساتھ نتھی ہے کیوں کہ کسی بھی چینل پر مذاکرات کے حق میں کوئی مؤثر آواز سنائی نہیں دیتی۔

اب سوال یہ ہے کہ اس نوع کی سرگرمیوں سے حکومت کا مقصد کیا ہے؟ تجزیہ نگاروں کے بقول ان سرگرمیوں کا واحد مقصد مذاکرات کو سبوتاژ کرنا ہے، حکومت کسی طرح نہیں چاہتی کہ وہ ایسی بات چیت کے لیے تیار ہو جس میں ان کے اقتدار کو خطرہ لاحق ہو۔ بیرونی آقاؤں کے خوف سے بظاہر مذاکرات سے انکار تو نہیں کر سکتے لیکن خفیہ طور پر وہ تمام حربے استعمال کیے جن سے بامقصد مذاکرات کی تکمیل میں رکاوٹ ہو، ٹارگٹ کلنگ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

★★★

ہفتہ وار پریس بریفنگ

امارت اسلامیہ افغانستان alemarahurdu.net

فضائی حملوں سے امن کی امیدیں دم توڑتی ہیں۔

2021-01-05

امارت اسلامیہ افغانستان اور ریاستہائے متحدہ امریکا کے درمیان قطر میں جارحیت کے خاتمہ کے معاہدے کے تقریباً دس ماہ ہو رہے ہیں۔ اس معاہدے سے افغان مسئلہ ایک نئے مرحلے میں داخل ہوا اور اس طویل تنازعہ کے حل کی امیدیں روشن ہونے لگیں۔ قطر میں طے پانے والے معاہدے کی ایک اہم شق یہ تھی کہ جارحیت پسند قوتوں کی بمباریوں اور کارروائیوں کو روکا جائے، جس کے بدلے امارت اسلامیہ بھی بیرونی غاصبوں کو نکلنے کا پرامن راستہ فراہم کریگی۔

امارت اسلامیہ، اسلامی اخلاق کی پابند ہے اور وعدے کی پاسداری کو ایک عظیم مذہبی اور اخلاقی اصول سمجھتی ہے، گزشتہ دس مہینوں میں امارت اسلامیہ نے معاہدے کی پاسداری ثابت کردی ہے اور ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے، جس سے معاہدے کی خلاف ورزی ثابت ہو۔ یہ وہ حقیقت ہے، جس کا حالیہ دنوں ریاستہائے متحدہ امریکا کے وزیر خارجہ مائیک پامپیو نے بھی اعتراف کیا۔

مگر مخالف فریق کی جانب سے بار بار ایسے امور کا ارتکاب کیا گیا، جو معاہدے کے خلاف ہیں ہے۔ ان میں حالیہ دنوں ملک کے مختلف صوبوں میں مقامی آبادیوں پر امریکی فضائیہ کی بمباریاں اور ان کے تعاون سے کابل انتظامیہ کے سیکورٹی فورسز کے بڑے بڑے حملے شامل ہیں۔ یہ وہ اقدامات ہیں جو معاہدے کی صریح خلاف ورزی میں شامل ہیں۔

اس طرح کے اقدامات سے نہ صرف دوحہ میں طے شدہ معاہدے کے ٹوٹنے اور اس کے خاتمے کے خطرات لاحق ہوسکتے ہیں، بلکہ افغان مسئلے کے حل میں ہونے والی پیش رفت کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اور اس راہ میں موجود امیدیں مایوسی میں بدل سکتی ہیں۔

تمام اہل دانش سمجھتے ہیں کہ افغانستان میں بیرونی غاصبوں کی جانب سے طاقت آزمائی کا 20 سالہ تجربہ ناکام اور تباہ کن تھا۔ 20 سالہ ناکام تجربات کے بعد اب ملکی اور بین الاقوامی اتفاق رائے یہی ہے کہ افغان مسئلہ دوحہ معاہدے کی بنیاد پر پرامن طریقے سے حل ہوجائے۔ چوں کہ امریکی فریق ایک بار پھر فضائی حملوں سے طاقت کا استعمال کر رہی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ناکام تجربات دہرانے سے اب تک عبرت حاصل نہیں کی ہے۔

ہم مخالف فریق (امریکہ) کو بتاتے ہیں کہ اس طرح کے یک طرفہ اقدامات سے افغان قوم کی زندگی اور مستقبل کے لیے مفاہمت کا راستہ مسدود نہ کرے۔ جنگ کا نقصان یک طرفہ نہیں ہے، بلکہ جنگ جاری رہنے سے دونوں فریقوں کا خون بہے گا۔ امریکی حکام کو گزشتہ 20 سالوں میں ناکام تجربات دوبارہ نہیں دہرانے چاہییں، جس سے انہوں نے ناکامی، نقصانات اور رسوائی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کیا۔

ماضی کی نسبت اب امارت اسلامیہ کئی گنا بہتر سیاسی اور عسکری پوزیشن پر ہے، امارت اسلامیہ ایک ذمہ دار فریق کے طور پر ہمیشہ سے جدوجہد کر رہی ہے تاکہ مسئلے کے حل میں اپنا کردار ادا کرے۔ امارت اسلامیہ کے اس مؤقف کو کبھی بھی کمزوری کی علامت نہ سمجھا جائے، بلکہ یہ خوداعتمادی، عوام کی امنگوں کا احترام اور اخلاقی برتری کی علامت ہے۔ مخالف فریق کو بھی چاہیے کہ اس حساس اور عوام کی زندگیوں سے براہ مسلک مسئلے کے حوالے سے اسی طرح ذمہ دارانہ رویہ اختیار کریں۔

سکاٹ میلر بطور وزیر دفاع

2021-01-12

11 جنوری کو صوبہ بلخ کے 209۔ شاہین کور پس فوجی اڈے میں مذکورہ اڈے کے سربراہ کی تبدیلی کے سلسلے میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔ خود مختار اور آزاد ممالک میں اس قسم کی تقریبات میں عام طور پر متعلقہ ملک کے آرمی چیف، وزیر دفاع یا قومی سلامتی کے کے سربراہ جیسے اعلیٰ فوجی عہدیدار شرکت کرتے ہیں۔ لیکن بلخ کے صوبائی مرکز مزار شریف میں منعقد ہونے والی اس تقریب کے مہمان خصوصی افغانستان میں امریکی فوج کے سربراہ جنرل سکاٹ میلر تھے۔

اس قسم کی اہم تقریبات میں سکاٹ میلر کی شرکت کابل انتظامیہ کے اس دعوے کی تردید ہے کہ ان کی انتظامیہ امریکی اثر ورسوخ سے آزاد اور خود مختار ہے۔ کابل انتظامیہ اسی نعرے کو بنیاد بنا کر جارحیت کے خلاف جہاد اور عوام کی قربانیوں کو ہدف تنقید بناتی ہے۔

جب جارحیت پسندوں کے سربراہ جنرل میلر وزیر دفاع کے طور پر افغان کٹھ پتلی آرمی کے اعلیٰ فوجی عہدیداروں کو تعطلی یا تقرری کا کام خود کرتے ہیں، تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ اشرف غنی اینڈ کمپنی جس طرح مالی طور پر غیر ملکیوں پر انحصار کرتے ہیں، اسی طرح اہم سیکورٹی اور فوجی عہدوں پر افراد کا تقرر بھی غیر ملکی جارحیت پسندوں کے ہاتھوں کیا جاتا ہے۔

اس بارے میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ امریکا سمیت کچھ ملکی اور غیر ملکی حلقے ہمیشہ امارت اسلامیہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ دوحہ معاہدے کے بعد انہوں نے عسکری کارروائیاں کم نہیں کی ہیں، حالانکہ امارت اسلامیہ نے معاہدے میں کارروائیاں کم کرنے کا کوئی عہد کیا اور نہ ہی یہ معاہدے میں موجود ہے۔ لیکن دوسری جانب امریکی ہیں جنہیں جارحیت کے خاتمے اور اپنے افواج کے انخلاء کے سلسلے میں اپنے افواج کے انخلاء میں تیزی لانی چاہیے تھی اور فوجی کارروائیوں سے مکمل طور پر علیحدہ ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن وہ ماضی کی طرح اب بھی امارت اسلامیہ کے خلاف کارروائیوں میں اسی طرح مصروف عمل ہیں۔ ان کا یہ گھناونا فعل ہمارے ملک اور سرزمین کی توہین کے مترادف ہے۔

امارت اسلامیہ ایک بار پھر اپنا موقف واضح کرنا چاہتی ہے کہ افغانستان کے مسئلے کا بڑا سبب غیر ملکی افواج اور ان کی جارحیت ہے۔ اس میں غیر ملکی اور ان کے کٹھ پتلی دونوں شامل ہیں، دونوں کی ذمہ داری ہے کہ جارحیت کے خاتمے کے لیے معاہدہ دوحہ کے مطابق اپنا کردار ادا کریں۔

امارت اسلامیہ افغان عوام اور حقیقی امن چاہنے والے افغان شہریوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ میڈیا کے پروپیگنڈوں پر نہ جائیں، ملک میں جاری صورتحال اور حقائق کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں۔ جب غیر ملکی جارحیت پسندوں کا سربراہ شاہین کارپس جیسے بڑے فوجی اڈے کے سربراہ کا انتخاب کرتا ہے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حالات جوں کہ توں ہیں۔ اور ماضی کی نسبت اس میں خاطر خواہ تبدیلی رونما نہیں ہوئی ہے۔ ملک اب بھی مغصوب ہے اور وہی غاصب اب بھی موجود ہیں۔ ملک کے تمام سیاسی اور فوجی امور جارحیت پسندوں کے قبضے میں ہیں۔ یہاں تک کہ کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ وہ امریکا کی حفاظت کی خاطر فرنٹ لائن اتحادی کے طور پر لڑ رہے ہیں۔

عوام کی غربت اور حکومت کی عیاشیاں

2021-01-19

حال ہی میں کابل انتظامیہ کے بارے میں ایسے دردناک حقائق منظر عام پر آئے ہیں جن سے نام نہاد حکومت کی کرپشن، بے حسی اور عوام سے دھوکہ عیاں ہوتا ہے۔ رواں سال کے بجٹ کے بارے میں کابل انتظامیہ کے مختلف محکموں کے درمیان اختلافات کی وجہ سے قومی بجٹ اور بیت المال کی لوٹ مار اور غیر ضروری استعمال کے بارے میں حیران کن انکشافات منظر عام پر آئے ہیں۔

ذرائع کے مطابق صدارتی محل کے عہدیدار اربوں روپے ہر سال ان خصوصی اکاونٹس میں منتقل کر رہے ہیں جن کا کوئی احتساب نہیں کر سکتا اور نہ اس کی تفصیلات ڈاکومنٹس میں موجود ہیں۔ ان کی بھاری تنخواہوں کے علاوہ کروڑوں روپے کھانے، غیر ملکی سیاحت اور عیاشیوں کی نذر ہوتے ہیں۔

صدارتی محل کی جانب سے اس قسم کی عیاشیاں، کیا ایک ایسے قوم کے نمائندوں کے لیے مناسب ہیں جس کی پچاس فیصد سے زیادہ آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہو۔ بڑی تعداد میں لوگ اپنے خاندان کے لیے دو وقت کھانے کا بندوبست نہیں کر سکتے ہوں۔ بے روزگاری اور غربت کی شرح بلند سطح پر پہنچ گئی ہو۔ نوجوان روزگار کی تلاش میں ہزاروں کی تعداد میں دوسرے ملکوں کی طرف جا رہے

ہوں اور شہروں میں آئے روز گداگروں میں اضافہ دیکھنے میں آرہا ہو۔

عوام کی غربت، بھوک وافلاس اور دربدری کا عروج ہے، جس کے درمیان صدارتی محل عیش وعشرت کا ایک جزیرہ بن چکا ہے۔ جتنے عوام دربدری کی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں اتنا ہی صدارتی محل کی چاردیواری میں حاکم اقلیت کی عیاشیاں عروج پر ہیں۔ ملک میں مکمل طور پر ایک طبقہ حاکم ہے، جس میں عقل سے عاری، ہوس پرست اور اپنے انفرادی مفاد کو مقدم رکھنے والے ٹولے کی اقلیت نے منصب اقتدار پر قبضہ جمالیا ہے، جو عوام کی رگوں سے خون چوس کر عیاشیوں اور نشوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

جب ایک جانب عوام سوکھی روٹی کو ترس رہے ہوں اور دوسری جانب صدارتی محل کے دسترخوانوں کا خرچہ کروڑوں میں ہو تو یہ کسی بھی لحاظ سے قابل برداشت نہیں ہے۔ یہ حالت کسی دینی، اخلاقی اور قانونی معیار پر پوری نہیں اترتی، اس لیے یہ حالت اب تبدیل ہونی چاہیے۔

امارت اسلامیہ افغانستان اقوام متحدہ اور ملک کے آزاد سیاسی ارکان سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہماری قوم کو ان ظالم حاکموں سے نجات دلانے پر غور کریں۔ کب تک یہ اجنبی اور کرپٹ طبقہ پوری قوم کا خون چوستا رہے گا، عوام کے پسینوں سے سرکاری محلات میں عیاشیاں کب تک عوام برداشت کرتے رہیں گے۔ ان حالات سے یہ بات ایک بار پھر واضح ہو جاتی ہے کہ کابل انتظامیہ افغان عوام کے بارے میں ہمدردی اور صلہ رحمی کا احساس بالکل نہیں رکھتی۔ ان کا ذہنی تعلق ان ممالک کے ساتھ ہے جہاں سے یہ آئے ہیں۔ وہ ہمارے ملک اور عوام کے مال اور وسائل کو "مال غنیمت" سمجھ کر لوٹ رہے ہیں، پیسہ غیر ملکی بینکوں میں منتقل کر کے وہاں اپنی عیاشیاں کرتے ہیں اور اپنے اس گھناونے فعل پر انہیں ذرا بھی ندامت نہیں ہے۔

امریکا کی نئی حکومت اور افغان مسئلہ

2021-01-28

20 جنوری کو امریکی حکومت کی باگ ڈور ٹرمپ سے جوبائیڈن کو منتقل ہوئی۔ جوبائیڈن امریکا کے چوتھے صدر ہیں جنہیں امریکا کے دوسرے مسائل سمیت افغان جنگ کا مسئلہ بھی درپیش ہے، اس کی ذمہ داریوں میں افغان جنگ کا خاتمہ اولین ترجیحات میں شامل ہے۔

جوبائیڈن سے قبل امریکا کے تین سابق صدور میں سے جارج بش وہ صدر تھے جنہوں نے افغانستان پر جارحیت کے ذریعے جنگ کی آگ بھڑکائی۔ بعد میں بارک اوباما برسراقتدار آئے، انہوں نے بھی بش کے ناکام مشن اور تلخ تجربات سے سیکھنے کی بجائے وہی غلطیاں دہرائیں اور جنگ کے خاتمے کے بجائے نئی جنگی اسٹریٹیجی بنائی، جس کے تحت افغانستان میں امریکی فوجیوں کی تعداد سب سے اونچی سطح تک پہنچادی گئی۔ اوباما کا خیال تھا کہ طاقت کے استعمال سے وہ مسئلہ حل کریں گے۔ لیکن اپنی صدارت کے آخری ایام میں اوباما پر بھی یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ افغان مسئلے کا کوئی فوجی حل نہیں ہے۔ اسے مذاکرات کے ذریعے حل ہونا چاہیے۔

اوباما کے بعد جب ٹرمپ امریکا کے صدر بنے تو انہوں نے اوباما کے تجربات سے سبق حاصل کرنے کے بجائے شروع میں طاقت کے استعمال کی پالیسی اپنائی۔ فوجی پریڈ اور میوزک کے شور میں افغانستان کے لیے جنگی منصوبے کا اعلان کیا۔ ٹرمپ نے جنگ میں تیزی کے ساتھ ساتھ طالبان پر سیاسی دباو، ابلاغی میدان میں پروپیگنڈہ اور امریکی جنرل نیکولسن کی پالیسی کے مطابق مذہبی دباو ڈالنے کی بھی کوشش کی تاکہ میدان جنگ میں فتح حاصل کرے۔ لیکن ماضی کی طرح اس جنگی منصوبے کی ناکامی بھی جلد عیاں ہوئی۔ ڈونلڈ ٹرمپ کی حکومت بھی آخر کار اس حقیقت تک پہنچ گئی کہ افغان مسئلے کا حل مذاکرات میں پنہاں ہے۔ اس طرح قطر میں مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوا اور بالآخر 29 فروری کو امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان جارحیت کے خاتمے کا معاہدہ ہوا۔

اب جب امریکا میں جوبائیڈن نے حکومت سنبھالی ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے پیشرووں کی سابقہ جنگی پالیسی اپنانے کی بجائے معاہدے کی پاسداری کریں۔ جوبائیڈن چونکہ اوباما دور حکومت میں ان کے نائب بھی رہ چکے ہیں اور اس وقت کی فوجی اسٹریٹیجی کی ناکامی کی وجوہات کے بارے میں انہیں مکمل آگاہی حاصل ہے۔ انہیں چاہیے کہ اپنے سابقہ تجربات کی بناء پر افغان پالیسی بنائے اور کام وہاں سے شروع کرے جہاں سابقہ حکومت چھوڑ کر جاچکی ہے۔

یہ کہنا درست ہے کہ بیس سالہ تجربات سے ثابت ہونے والی حقیقت یہ ہے کہ افغان مسئلے کا کوئی فوجی حل نہیں ہے۔ مذاکرات نے ابھی تک اچھے نتائج دیے ہیں۔ یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اگر تنازع کے حل کے لیے سنجیدہ جدوجہد موجود ہو تو تمام مسائل مذاکرات کے ذریعے حل کیے جاسکتے ہیں۔ امریکا اور افغانستان دونوں کا مفاد اسی میں ہے کہ غیر ملکی افواج معاہدے کے مطابق افغانستان سے نکل جائیں تاکہ ہمارے ملک کی غصب شدہ آزادی واپس ہمیں ملے یہی اس مسئلے کا واحد حل ہے۔

***

افغانستان دسمبر 2020 میں

تحریر: احمد فارسی

نوٹ: یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے۔

2020 کے آخری ماہ دسمبر میں مجاہدین نے اہم سیاسی اور عسکری کامیابیاں حاصل کیں، اس ماہ کے دوران دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا، قابض افواج کے انخلا کی خبریں بھی میڈیا کی زینت بنیں، ان تمام واقعات کی تفصیل درج ذیل سطور میں ملاحظہ کیجئے۔

افغان سیکورٹی فورسز کی ہلاکتیں:

سیکورٹی فورسز کی ہلاکتوں کی درست تعداد تو امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں تاہم زیر نظر تحریر میں اہم واقعات اور ہلاکتوں کی رپورٹ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

5 دسمبر کو کابل میں ایک اہم کمانڈر مارا گیا، اگلے روز ایک بار پھر کابل میں ایک سرکاری جج مارا گیا، 10 دسمبر کو صوبہ تخار کے ضلع ینگی میں ایک کمانڈر مارا گیا، اسی روز کابل میں ایک فوجی کمانڈر کو نشانہ بنایا گیا، 13 دسمبر کو ایک مقامی ملیشیا کا کمانڈر قندہار میں اور ایک کمانڈر کابل میں ہلاک ہوا، 15 دسمبر کو ایک دھماکے میں نائب گورنر کابل میں ہلاک ہوا، اسی روز صوبہ غور میں صوبائی کونسل کے رکن اور کابل میں ایک جج جان سے گئے۔

16 دسمبر کو صوبہ روزگان کے ضلع دہراود کا کمانڈر اپنے ساتھیوں سمیت مجاہدین کے ساتھ ایک جھڑپ میں ہلاک ہو گیا، 18 دسمبر کو صوبہ بلخ میں پولیس چیف نشانہ بنا، 21 دسمبر کو صوبہ پروان میں ایک کمانڈر، 22 دسمبر کو قندوز کے ضلع چہاردرہ میں ایک کمانڈر مارا گیا، 23 دسمبر کو قندہار کے ضلع میوند میں ایک فوجی افسر نشانہ بنا، اگلے روز ہلمند میں ایک اہم کمانڈر مارا گیا، 25 دسمبر کو صوبہ بلخ میں ایک کمانڈر قتل ہوا، اگلے روز ایک بار پھر اسی صوبہ میں ایک فوجی کمانڈر مارا گیا، 30 دسمبر کو قندہار میں ایک پائلٹ نے اپنے کیے کی سزا پائی، 31 دسمبر کو صوبہ میدان وردگ میں 24 کمانڈوز مارے گئے۔

نہتے شہریوں پر تشدد:

31 دسمبر کو امارت اسلامیہ نے اعلان کیا کہ گزشتہ ماہ کے دوران کابل انتظامیہ کے حملوں میں 114 شہری شہید ہوئے، نیز امارت اسلامیہ کی سالانہ رپورٹ کے مطابق جنوری 2020 تا 16 دسمبر ملک بھر میں 1834 شہری شہید ہوئے، جن میں 165 شہری قابض افواج کے فضائی حملوں اور 1307 شہری افغان سیکورٹی فورسز کے حملوں میں شہید ہوئے۔ اس رپورٹ کے مطابق مختلف واقعات میں 1787 شہری شہید اور 1916 زخمی ہوئے، اس اعتبار سے کابل انتظامیہ 71 فیصد ہلاکتوں اور قابض افواج 9 فیصد جانی نقصانات کے ذمہ دار ہیں۔

کابل انتظامیہ کے مظالم کے سلسلے میں 2 دسمبر کو صوبہ غزنی میں سفاک دشمن کے فضائی حملے میں 6 بچے شہید اور زخمی ہوئے، اگلے روز سیکورٹی فورسز نے صوبہ خوست میں دار العلوم کے ایک استاد کو بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا، 5 دسمبر کو قابض بیرونی افواج نے صوبہ ہلمند میں شہری آبادی پر بمباری کر کے متعدد افراد کو

زخمی کر دیا، قابض دشمن نے اس واقعہ میں عام شہریوں کے جانی نقصان کا اعتراف بھی کیا، 11 دسمبر کو قابض افواج نے ایک بار پھر قندہار میں شہری آبادی کو نشانہ بنایا جس میں 10 شہری شہید وزخمی ہوئے، 13 دسمبر کو افغان سیکورٹی فورسز کے حملے میں قندہار میں 13 شہری شہید ہوئے۔

مذکورہ بالا واقعات صرف چند مثالیں ہیں، علاوہ ازیں دشمن کی ظالمانہ کارروائیوں میں ہر ماہ درجنوں افراد لقمہ اجل بنتے ہیں۔ جن کی تفصیلی رپورٹ امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونے والے اہلکار:

16 دسمبر کو امارت اسلامیہ نے اعلان کیا کہ گزشتہ ماہ کے دوران کابل انتظامیہ کے 1600 اہل کار مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہو چکے ہیں، اس سلسلے میں 2 دسمبر کو صوبہ بغلان میں 68 فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا، بعد ازاں 8 دسمبر کو صوبہ بلخ میں 66 اہل کار سرنڈر ہوئے، 21 دسمبر کو صوبہ قندہار میں 230 فوجیوں اور پولیس اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا، 23 دسمبر کو صوبہ ہرات اور قندہار میں 56 اہل کار سرنڈر ہوئے، 28 دسمبر کو صوبہ بغلان اور قندہار میں درجنوں اہل کاروں نے امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کی، 30 دسمبر کو صوبہ بلخ میں درجنوں فوجیوں نے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا۔

مجموعی طور پر دسمبر میں افغان سیکورٹی فورسز کے 1500 سے زائد اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔

الفتح آپریشن:

3 دسمبر کو مجاہدین نے صوبہ پکتیا میں سیکورٹی فورسز کے کانوائے پر حملہ کیا جس میں 22 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے، 7 دسمبر کو قندہار کے ضلع دامان میں مجاہدین کے ساتھ جھڑپ میں دشمن کے درجنوں سپاہی ہلاک اور زخمی ہوئے، اگلے روز غزنی میں مجاہدین کے ایک کامیاب حملے میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

20 دسمبر کو صوبہ ہلمند میں دشمن کے فوجی اڈے پر حملے میں درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے، 31 دسمبر کو صوبہ میدان وردگ میں مجاہدین کے حملے میں 25 کمانڈوز ہلاک ہوئے۔

اس کے علاوہ دیگر واقعات میں سیکورٹی فورسز کی ہلاکتوں کی تفصیلی رپورٹ امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

امن مذاکرات:

یکم دسمبر کو قابض افواج نے مجاہدین سے اپیل کی کہ وہ اپنے حملوں میں کمی لائیں، حالانکہ دوحہ معاہدے کے بعد مجاہدین کی کارروائیوں میں نمایاں کمی آئی ہے اور اس کے برعکس قابض افواج نے متعدد بار دوحہ معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے، اس کے بعد دوحہ میں فریقین نے اعلان کیا کہ وہ امن مذاکرات کے طریقہ کار پر متفق ہو گئے ہیں۔

2 دسمبر کو نیٹو نے اعلان کیا کہ وہ امن معاہدے کے تحت اپنی افواج کی تعداد کم کریں گے، امریکی افواج کی واپسی کے ساتھ نیٹو افواج کی تعداد بھی کم کر دی جائے گی، بعد ازاں امریکی وزیر دفاع نے اعلان کیا کہ دوحہ معاہدے کے تحت افغانستان میں 15 جنوری تک امریکی فوج کی تعداد 2500 تک کم کر دی جائے گی۔

6 دسمبر کو جرمنی نے آئندہ سال کی آمد تک افغانستان میں اپنی فوج کی تعداد کم کرنے کا اعلان کیا، 13 دسمبر کو سکاٹ میلر نے کہا کہ دوحہ معاہدے کے تحت افغانستان سے امریکی افواج کی واپسی کا سلسلہ جاری ہے، 30 دسمبر کو نیٹو کے سیکرٹری جنرل نے کہا کہ افغانستان میں ہماری افواج کو برقرار رکھنا خطرناک ہے۔

قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ:

3 دسمبر کو امارت اسلامیہ نے اپنے سات ہزار قیدیوں کی رہائی اور بلیک لسٹ سے اپنے رہنماؤں کے نام خارج کرنے کا مطالبہ کر دیا۔

■ ■ ■

جنگی جرائم (جنوری 2021)

تحریر: سید سعید

یکم جنوری 2021 کو صوبہ خوست کے قریب گاؤں درغہ میں سیکورٹی فورسز کے اہل کاروں نے ایک ڈرائیور کو شہید کر دیا۔

4 جنوری کو صوبہ لغمان کے ضلع علینگار میں حکومتی دستوں کی فائرنگ سے حضرت بلال ہائی اسکول کے دو طالب علم شہید اور دو دیگر زخمی ہو گئے۔

5 جنوری کو صوبہ پکتیا کے ضلع احمد آباد کے علاقے تاند غڑک میں سیکورٹی فورسز کے اہل کاروں نے چھاپے کے دوران دو افراد کو شہید کر دیا۔

5 جنوری کو صوبہ فاریاب کے ضلع شیرین تگاب کے بازار میں سیکورٹی فورسز نے شہری گاڑی پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ڈرائیور سمیت تین شہری شہید ہو گئے۔

6 جنوری کو صوبہ ہلمند کے دارالحکومت لشکر گاہ کے قریب بشران مکتب کے علاقے میں قابض افواج کے فضائی حملے میں خواتین اور بچوں سمیت 8 شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔

8 جنوری کو لغمان کے صوبائی دارالحکومت کے علاقے کچی مسکین آباد میں افغان فوج کے مارٹر حملے میں 6 خواتین اور بچے زخمی ہو گئے اور ایک اور دوسرے گھر میں ایک خاتون شہید ہو گئی۔

10 جنوری کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے علاقے نکڑ خیل میں کابل انتظامیہ کے ڈرون حملے میں ایک شہری شہید ہو گیا۔

10 جنوری کو صوبہ بدخشاں کے ضلع راغستان میں سیکورٹی فورسز نے روبیج اب بازار پر بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں 60 دکانیں جل گئیں اور دکانداروں کو کروڑوں افغانی کا نقصان ہوا۔

10 جنوری کو سیکورٹی فورسز کے اہل کاروں نے صوبہ غزنی کے ضلع اب بند کے علاقے دالان میں ایک طالب علم کو شہید کر دیا جو بازگی قلعہ مدرسہ جا رہا تھا۔

11 جنوری کو صوبہ غزنی کے دارالحکومت کے قریب بالائی قلعہ غاچ گاؤں میں افغان فضائیہ نے ایک مسجد پر حملہ کیا جس سے مسجد کو نقصان پہنچا اور تین نمازی زخمی ہو گئے۔

12 جنوری کو صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغا کے علاقے زرغون شہر میں ایک چھاپے کے دوران سرکاری فورسز نے گھروں کے دروازوں کو دھماکہ خیز مواد سے اڑایا، شہریوں پر تشدد کیا اور مدرسہ شمس العلوم کے خطیب مولوی محمد نسیم کو شہید اور چار افراد کو زخمی کر دیا۔

13 جنوری کو صوبہ کنڑ کے ضلع منورہ کے گاؤں بچی میں سیکورٹی فورسز نے مقامی اسکول کا استاد شہید اور متعدد افراد کو زخمی کر دیا۔

14 جنوری کو صوبہ دایکندی کے ضلع گیزاب کے علاقے کاغ میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید اور دو بچے زخمی ہو گئے۔

14 جنوری کو صوبہ ہلمند کے ضلع دناوہ کے علاقے جرناموں میں سیکورٹی فورسز نے گاؤں کے پیش امام (مولوی احمد اللہ) کو شہید اور ایک بچی کو زخمی کر دیا۔ نیز اس علاقے میں ڈرون حملے میں ایک شخص شہید اور دو افراد زخمی ہو گئے۔

15 جنوری کو صوبہ خوست کے ضلع سپیرہ میں سیکورٹی فورسز نے مقامی آبادی پر چھاپہ مارا، چار شہریوں کو حراست میں لیا اور بعد ازاں انہیں شہید کر دیا۔

16 جنوری کو سرکاری فوج نے صوبہ ہرات کے ضلع کسان کے اسلام قلعہ کے بازار پر بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا جس کے نتیجے میں آٹھ دکاندار زخمی ہو گئے اور لوگوں کو بھاری مالی نقصان ہوا۔

17 جنوری کو صوبہ غور کے ضلع ساغر کے علاقے زالانہ میں پولیس اہل کاروں نے ایک چرواہا شہید اور ایک اور کو زخمی کر دیا۔

17 جنوری کو صوبہ ہرات کے ضلع کسان کے علاقے قلعہ اسلام میں سیکورٹی فورسز کے مارٹر حملے میں بارہ شہری شہید اور زخمی ہوئے۔

18 جنوری کو جوزجان کے صوبائی دارالحکومت کے قریب گاؤں شور جر میں سیکورٹی فورسز نے علاؤالدین نامی شہری کو شہید کر دیا۔

20 جنوری کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے علاقے خلازئی میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک خاندان کے 8 افراد زخمی ہوئے جن میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔

20 جنوری کو صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب کے علاقے بخمل کوچہ میں سیکورٹی فورسز کے ہاتھوں ایک بچہ شہید ہوگیا۔

20 جنوری کو صوبہ بدخشاں کے ضلع آرگو میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک شہری شہید ہوا۔

20 جنوری کو صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک کے گاؤں محمد رضا میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک شخص شہید اور دوسرا زخمی ہوگیا۔

23 جنوری کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے گاؤں اکاخیل میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک شخص شہید ہوا۔

24 جنوری کو صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ کے گاؤں زاول حوزی میں اربکی ملیشیا نے ایک شخص کو اپنی اہلیہ کے سامنے شہید کردیا۔

24 جنوری کو صوبہ نیمروز کے ضلع دلارام کے مضافات میں افغان فضائیہ نے قومی شاہراہ پر فضائی حملہ کیا جس سے ایک گاڑی میں سوار 8 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔

25 جنوری کو صوبہ فاریاب کے ضلع لولاش کے علاقے ملا عارف میں سیکورٹی فورسز کے ہاتھوں ایک شہری شہید ہوا۔

25 جنوری کو صوبہ خوست کے ضلع صبری کے گاؤں ناکام میں سیکورٹی فورسز کے حملے میں رحمت اللہ نامی شہری شہید ہوگیا۔

25 جنوری کو سرکاری طیاروں نے صوبہ قندوز کے ضلع دشت ارچی کے گاؤں امیر ملوک میں ایک مسجد پر فضائی حملہ کیا جس سے مسجد کو نقصان ہوا تاہم خوش قسمتی سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

25 جنوری کو صوبہ لوگر کے دارالحکومت کے قریب پشتون آباد میں سیکورٹی فورسز نے نہتے شہریوں پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں دو شہری شہید ہوگئے۔

27 جنوری کو صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے علاقے نانی میں سرکاری فورسز نے کابل - قندھار قومی شاہراہ پر چلتی بس پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں آٹھ مسافر شہید اور ایک زخمی ہوگیا۔

27 جنوری کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے سالار میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے دو شہری شہید ہوگئے۔

27 جنوری کو سرکاری فوج کی فائرنگ سے صوبہ بلخ کے ضلع چار بولک کے گاؤں سلیمان خیل میں تین شہری شہید ہوگئے۔

27 جنوری کو صوبہ ہرات کے ضلع رباط سنگی کے علاقے گنج میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون اور اس کا بیٹا شہید اور دو افراد زخمی ہوگئے۔

28 جنوری کو صوبہ بادغیس کے ضلع مقر کے گاؤں ترکو میں سرکاری فورسز کی فائرنگ سے ایک دواخانہ اور ایک دکان تباہ ہوگئی۔

29 جنوری کو صوبہ بادغیس کے ضلع ابکمری کے علاقے کہنہ قول میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے 5 شہری زخمی ہوگئے۔

29 جنوری کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے علاقے ڈنڈ شہاب الدین میں افغان فضائیہ کے حملے میں ایک مکان تباہ اور تین شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔

29 جنوری کو صوبہ بلخ کے ضلع چار بولک کے گاؤں نواب آباد میں افغان فضائیہ نے ایک مسجد پر بمباری کی جس سے مسجد کو نقصان پہنچا۔

30 جنوری کو حملہ آوروں اور افغان سیکورٹی فورسز نے صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود میں مقامی آبادی پر چھاپہ مارا، گھر گھر تلاشی لینے کے دوران گھروں اور دکانوں سے قیمتی سامان چھین لیا، ایک مڈل اسکول اور 20 دکانوں کو تباہ کیا اور بازار میں کھڑی گاڑیوں کو جلادیا۔

31 جنوری کو صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ کے بازار میں اربکی ملیشیا نے ایک شہری کو شہید کیا۔

31 جنوری کو صوبہ بادغیس کے ضلع آب کمری میں سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے ایک خاتون شہید اور دو بچے زخمی ہوگئے۔

31 جنوری کو سرکاری فوج نے صوبہ قندھار کے ضلع ارغنداب کے علاقے ھدیرہ میں ایک ہیلتھ کلینک پر چھاپہ مارا، کلینک کے آٹھ ڈاکٹروں اور عملے کو گرفتار کیا اور ان کا طبی سامان تباہ کردیا، اس واقعہ سے ایک دن قبل اسی ضلع کے علاقے درہ بولان میں سرکاری طیاروں نے ایک ایمبولینس پر فضائی حملہ کیا جس میں ایک مریض شہید ہوگیا۔

31 جنوری کو صوبہ ہرات کے ضلع پشتون زرغون کے علاقے میاندہ اربکی ملیشیا نے ایک پیش امام سمیت چار شہریوں کو شہید کردیا۔

ذرائع: [بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک اور پژواک نیوز ایجنسی، افغان ویب سائٹ، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیاء اور بینوا ویب سائٹس]

جنوری 2021 کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اہلکاروں کے ہلاکتیں	اہلکاروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور چوکیوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	111	1			251	95	55	8	6	1
-2	ہلمند	190	0			270	271	81	6	10	3
-3	زابل	30	0			48	10	5	0	0	0
-4	روزگان	36	0			83	43	4	2	0	0
-5	ہرات	94	0			126	73	19	4	3	0
-6	فراہ	28	0			17	31	5	4	5	0
-7	بادغیس	44	0			28	44	3	0	4	0
-8	نیمروز	21	0			54	16	6	1	10	0
-9	غور	10	0			8	16	3	1	0	0
-10	فاریاب	48	0			48	41	8	1	3	0
-11	کونڑ	28	0			34	21	2	0	0	0
-12	نورستان	7	0			4	3	0	0	0	0
-13	غزنی	56	0			117	80	13	0	0	0
-14	خوست	26	0			46	26	11	0	0	0
-15	میدان ورگ	44	0			45	25	12	0	0	0
-16	لوگر	52	0			98	56	21	0	0	0
-17	کاپیسا	25	0			31	19	1	0	0	0
-18	پکتیا	33	0			39	28	8	0	0	0
-19	پکتیکا	10	0			9	4	2	0	0	0
-20	ننگرہار	57	0			201	115	17	0	0	0
-21	لغمان	28	0			44	38	20	0	0	0
-22	کابل	7	0			4	5	4	0	0	0
-23	پروان	2	0			1	4	1	0	0	0
-24	قندوز	35	0			90	71	12	1	2	0
-25	بغلان	26	0			29	41	14	0	0	0
-26	تخار	5	0			18	19	1	0	0	0
-27	سمنگان	1	0			1	0	0	0	0	0
-28	بدخشان	15	0			24	32	1	0	0	0
-29	جوزجان	15	0			23	22	3	0	0	0
-30	بلخ	62	0			126	96	23	0	0	0
-31	بامیان	1	0			0	0	0	0	0	0
-32	سرپل	19	0			19	17	4	1	1	0
-33	دای کنڈی	3	0			6	2	0	0	0	0
-34	پنجشیر	0	0			0	0	0	0	0	0
مجموعہ		1169	1			1942	1364	359	29	44	4

ہمارا جہاد جارحیت کے خاتمے اور صحیح اسلامی نظام کے قیام کے لیے تھا اور ہے، اس لیے اپنی قوم کو یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ ان کی امیدوں اور آرزوں سے دھوکہ نہیں ہوگا۔ان شاءاللہ تعالی۔ ہمارا واضح پیغام یہ ہے کہ ہم طاقت کا انحصار نہیں چاہتے، افغان اقوام اور تمام فریق کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ بلکہ اسلامی نظام کی تکمیل، خود مختاری اور قوت افغانوں کے اتحاد و اتفاق سے مشروط ہے۔ اسلام ہم سب کو اسلامی اخوت، دیانت داری اور کام اس کے اہل کو سونپنے کا حکم دیتا ہے۔ ملک کا ہر شہری حق رکھتا ہے کہ زندگی کے تمام حقوق اور مواقع سے فائدہ اٹھائے اور اس کی سیاسی اور سماجی حیثیت کا تعین اہلیت اور تقویٰ کی بنیاد پر کیا جائے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine